بھٹو کے آخری 323 دن

راولپنڈی جیل کے سابق سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ

کرنل رفیع الدین

کے مشاہدات اور انکشافات

urdunovels.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

urdunovels.net

بھٹو کے
آخری 323 دن

کرنل رفیع الدین

urdunovels.net

جملہ حقوق محفوظ ©

پہلا ایڈیشن: نومبر 1991ء

بارھواں ایڈیشن: جنوری 2007ء

ٹائٹل ڈیزائن: سید سلمان حسن

پرنٹرز: حاجی حنیف پرنٹرز

قیمت: =/180 روپے

[redacted]

مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور۔ فون: 7230350

علم و عرفان، اردو بازار لاہور۔ فون: 7352332

کار شناسات، مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 7322892

ویلکم بک پورٹ، اردو بازار کراچی۔ فون: 2633151

اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 5531610

فہرست

ابتدائیہ	9
تیاری اور پیش بندی	13
آمد و معمولات	19
ابتدائی ایام	29
مزید احتیاطیں	49
بھٹو صاحب کی باتیں	57
سپریم کورٹ میں اپیل	81
آخری لمحات	113
ضمیمہ جات	
میرے جنرل ضیاء الحق سے تعلقات	131
ملاقاتوں کا ریکارڈ	137

ابتدائیہ

اسپیشل سروس گروپ (ایس ایس جی) جو عام طور پر کمانڈوز کے نام سے مشہور ہے، پاکستان فوج کا انتہائی اہم شعبہ ہے۔ جنگ کے دنوں میں کمانڈوز کو انتہائی خطرناک اور مشکل مشن سونپے جاتے ہیں، لیکن امن کے دنوں میں بھی یہ جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔ ان کے فرائض منصبی میں قومی، اہلکاروں کی حفاظت، وطن میں آنے والی بین الاقوامی شخصیات کی سلامتی، حساس اداروں کی نگہداشت، اہم فوجی اور انتہائی حساس دفاعی تنصیبات کی رکھوالی، انتہائی دشوار پہاڑوں میں ہمارے سرحدی محاذ کو دشمنوں کی روک تھام وغیرہ شامل ہیں۔ غرض ان جانبازوں کو جس کام کیلئے بھی پکارا جائے وہ لبیک کہتے اور ہمیشہ اپنا فرض پوری جانفشانی سے نبھانے کیلئے مستعد اور کمربستہ رہتے ہیں۔

مقام فخر ہے کہ میرا تعلق بھی پاک فوج کے اس مایہ ناز اور فعال شعبے سے رہا ہے۔ فوجی زندگی تو ویسے بھی خطرناک اور جانفشانی کا تقاضا کرتی ہے لیکن اسپیشل سروس گروپ کے معمولات اور بھی گمبھیر اور کٹھن ہوتے ہیں۔ پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی کے دوران، پاک بھارت جنگوں کے دوران یا امن کے دنوں میں بہت سے واقعات ایسے بھی پیش آئے جو رومانی کہانیوں، افسانوں اور داستانوں سے بھی زیادہ دلچسپ تھے۔ 1978-79ء میں مجھے ایک ایسی ذمہ داری سونپی گئی جو نزاکتوں اور احتیاطوں کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ بلاشبہ عجیب ذمہ داری تھی۔

لاہور ہائیکورٹ نے 18 مارچ 1978ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان قصوری

کے قتل کے جرم میں سزائے موت کا فیصلہ صادر کیا۔ اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی تو انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ بھٹو صاحب کو کوٹ لکھپت جیل لاہور سے راولپنڈی سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا جائے تاکہ سماعت کے دوران انہیں آسانی سے عدالت میں پیش کیا جاتا رہے۔

بھٹو صاحب کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ ملک کے صدر اور وزیر اعظم رہ چکے تھے۔ ان کی حفاظت اور نگہداشت کیلئے غیر معمولی اقدامات کی ضرورت تھی اور یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دی گئی۔

اس کام کیلئے میرا انتخاب کیوں کیا گیا؟ میں سمجھتا ہوں یہ محض اتفاق تھا۔ میرے خیال میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس انتخاب میں مسٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کا ہاتھ ہو۔ واسطے کہ میری ان سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ ان سے میری صرف ایک سرسری سی ملاقات ہوئی تھی، جس کیلئے شاید ملاقات کا لفظ بھی موزوں نہ ہو۔ چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے پر ترقی پانے کے بعد وہ اسکول آف انفنٹری اینڈ ٹیکٹکس "کوئٹہ تشریف لائے" جہاں میں بطور چیف انسٹرکٹر تعینات تھا۔ حسب دستور ادارے کے تمام افسروں کا ایک قطار میں تعارف کرایا گیا، جہاں مجھے بھی موصوف سے ہاتھ ملانے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد میں جا کر ایک تقریب میں ان سے دو بدو آمنا سامنا بھی ہوا۔ بعد ازاں جو تعلق اور رابطہ مرحوم صدر صاحب کے ساتھ رہا اس کی تفصیل کتاب کے آخر میں ایک ضمیمے میں بیان کر دی گئی ہے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بھٹو صاحب کی نگہداشت کیلئے میرا انتخاب محض اتفاق تھا۔ جب انہیں لاہور سے راولپنڈی منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو میں راولپنڈی چھاؤنی میں 27 پنجاب رجمنٹ کی کمانڈ کر رہا تھا جو 111 بریگیڈ کا حصہ تھی۔ اس بریگیڈ کی کمان بریگیڈیئر محمد ممتاز ملک کے ہاتھ میں تھی۔ دارالحکومت اور راولپنڈی میں پریذیڈنسی کی حفاظت اسی بریگیڈ کے سپرد تھی۔ مارشل لاء انتظامیہ میں بریگیڈیئر ممتاز سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے منصب پر فائز تھے۔ بھٹو صاحب کی دیکھ بھال اور حفاظت کی ذمہ داری تو انہی کی تھی، لیکن بالواسطہ یہ ذمہ داری انہیں اپنے ماتحت تین یونٹ کمانڈروں میں سے کسی ایک کے سپرد کرنا تھی۔ ہو سکتا ہے کہ میرا انتخاب میرے کمانڈر ہونے اور تیس سال کے بے داغ کردار اور سروس ریکارڈ کے پیش نظر کیا گیا ہو۔

پھانسی کی سزا پانے تک میں بھٹو صاحب کی زندگی کے آخری 323 دنوں میں ان کی حفاظت پر مامور رہا۔ اس دوران اکثر و بیشتر ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان سے باتیں کرنے کا موقع ملتا رہا کہ ان کی باتیں سننے کا کافی موقع ملا۔ ان کے معمولات قریب سے دیکھے۔ ان سے ملنے کیلئے آنے والوں کی ملاقاتوں کے سلسلے وار ان کا کافی تفصیل کے ساتھ علم ہوا۔ غرض ان کی زندگی کے آخری 323 شب و روز کا میں آج بھی عینی شاہد ہوں۔ بھٹو صاحب کیا تھے اور تاریخ میں ان کا مقام کیا ہے؟ اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا یا مؤرخ۔ اس عرصے کے دوران میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا، اسے من و عن بلا کم و کاست قوم تک پہنچانے کی جسارت کر رہا ہوں تاکہ اس ضمن میں جتنی بے سروپا، بے بنیاد، من گھڑت اور جھوٹی کہانیاں

زبان زدِ عام رہی ہیں ان کا ازالہ ہو جائے گا اور قوم پر حقیقی صورتحال واضح ہو سکے۔

مختلف اوقات میں مختلف افراد نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں یہ یادداشتیں ان کے حوالے کر دوں یا انہیں ان کی مرضی کے مطابق مرتب کروں لیکن اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ میں نے مختلف دھمکیوں کے باوجود اپنی جان کا خطرہ مول لے کر ان کی اس خواہش کو شرمندۂ تکمیل نہیں ہونے دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اسے اپنے ضمیر کے مطابق مرتب کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے میری دید و شنید کا ایک ریکارڈ ہے۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ جو کچھ بھی میرے علم میں آیا ہے اسے پوری دیانتداری سے قوم کے سامنے لے آؤں۔ اس تحریر سے میرا مقصد نہ تو کسی کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور نہ ہی اس سے کسی کی دل آزاری مطلوب ہے۔ میری تو صرف یہ کوشش رہی ہے کہ کسی حال میں بھی سچ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ علاوہ ازیں مجھے اپنی سپاہیانہ زندگی اور پیشہ ورانہ مقاصد کی صداقت پر فخر ہے۔ میرا سیاست سے کوئی سروکار نہیں رہا، نہ میں نے کبھی کسی سیاسی پارٹی کے ساتھ کوئی تعلق پیدا کیا۔ میں ایک خالص پاکستانی شہری ہونے کے ناطے سے تمام آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی باتوں پر مشتمل یہ روداد لکھ رہا ہوں۔ میں اس کتاب کے کھلے تجزیے کیلئے ہر پڑھنے والے کے حق کو تسلیم کرتا ہوں۔

بدقسمتی سے پاکستان میں آج تک کسی بھی قومی المیے کے بارے میں عوام کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے آخری ایام کے حالات اور ان کی موت کس کسمپرسی کی حالت میں واقع ہوئی؟ مشرقی پاکستان کے سانحے کے کون ذمہ دار تھے؟ لیاقت علی خان کے قاتل کون تھے اور ان کا مقصد کیا تھا؟ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق سمیت ہماری افواج کے تین درجن بہترین افسران و جرنیل صاحبان کی موت کا کون ذمہ دار ہے؟ اور پھر پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ کیا ہوا؟ یہ سب ہماری قوم کے ایسے المیے ہیں جن کے متعلق قوم کو آج تک کوئی حقیقت نہیں بتائی گئی۔

چونکہ میں ان قومی المیوں میں سے کم از کم ایک المیے کا عینی شاہد ہوں اس لئے میں متعلقہ واقعات کی اس امانت کو قوم کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

میں نے ہر لحاظ سے کوشش کی ہے کہ بھٹو صاحب پر ان کے آخری 323 ایام میں جو کچھ گزری اسے پوری ایمانداری کے ساتھ قلمبند کر دوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے حق گوئی سے کام لیا ہے۔ اس میں نہ بھٹو صاحب کی طرفداری کی ہے اور نہ حکومت کی کسی بات کو چھپایا ہے۔ البتہ میں نے ان کی چند باتیں اس کتاب میں شامل نہیں کیں جو ناشائستگی کے زمرے میں آتی ہیں اور کچھ ایسی باتیں بھی جن کا افشا قومی مفاد میں نہیں ہے۔

تیاری اور پیش بندی

میں 1978ء میں راولپنڈی چھاؤنی میں 27 پنجاب رجمنٹ کی کمان کر رہا تھا۔ میری یونٹ 111 بریگیڈ کے تحت تھی۔ مئی 1978ء کے پہلے ہفتے کے دوران ایک روز مجھے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کی طرف سے حکم ملا کہ میں ڈسٹرکٹ جیل، راولپنڈی میں رپورٹ کروں۔ جیل پہنچنے پر میں نے کمانڈر 111 بریگیڈ، بریگیڈیئر ایم ممتاز ملک، جو سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (ایس ایم ایل اے) کی ڈیوٹی بھی انجام دے رہے تھے، کمشنر اور ڈپٹی کمشنر راولپنڈی، سپرنٹنڈنٹ انجینئر راولپنڈی اور جیل سپرنٹنڈنٹ چوہدری یار محمد کو وہاں موجود پایا۔ کچھ دیر میں میجر جنرل شاہ رفیع عالم جو اس وقت ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (ڈی ایم ایل اے) بھی تھے تشریف لے آئے۔ ہم سب نے ایک ساتھ جیل میں عورتوں کے وارڈ کا گھوم کر دیکھا۔ جنرل صاحب نے جیل کے اندر زور و شور سے ہونے والے تعمیراتی کام کے بارے میں چند ہدایات دیں اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ بعد ازاں مجھے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر طلب کیا گیا جہاں بریگیڈ کمانڈر ایم ممتاز ملک نے میرے نئے فرائض سے متعلق مجھے ضروری ہدایات دیں۔ تب پتہ چلا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو 18 مارچ 1978ء کو نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کے جرم میں لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے میں موت کی سزا سنائی گئی تھی، اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی ہے اور انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ سماعت کے دوران بھٹو صاحب کو کوٹ لکھپت جیل لاہور سے راولپنڈی جیل منتقل کر دیا جائے تاکہ سپریم کورٹ میں بھٹو صاحب کی پیشی کا عمل انتظامیہ کیلئے نسبتاً آسان ہو جائے۔ اس مقصد

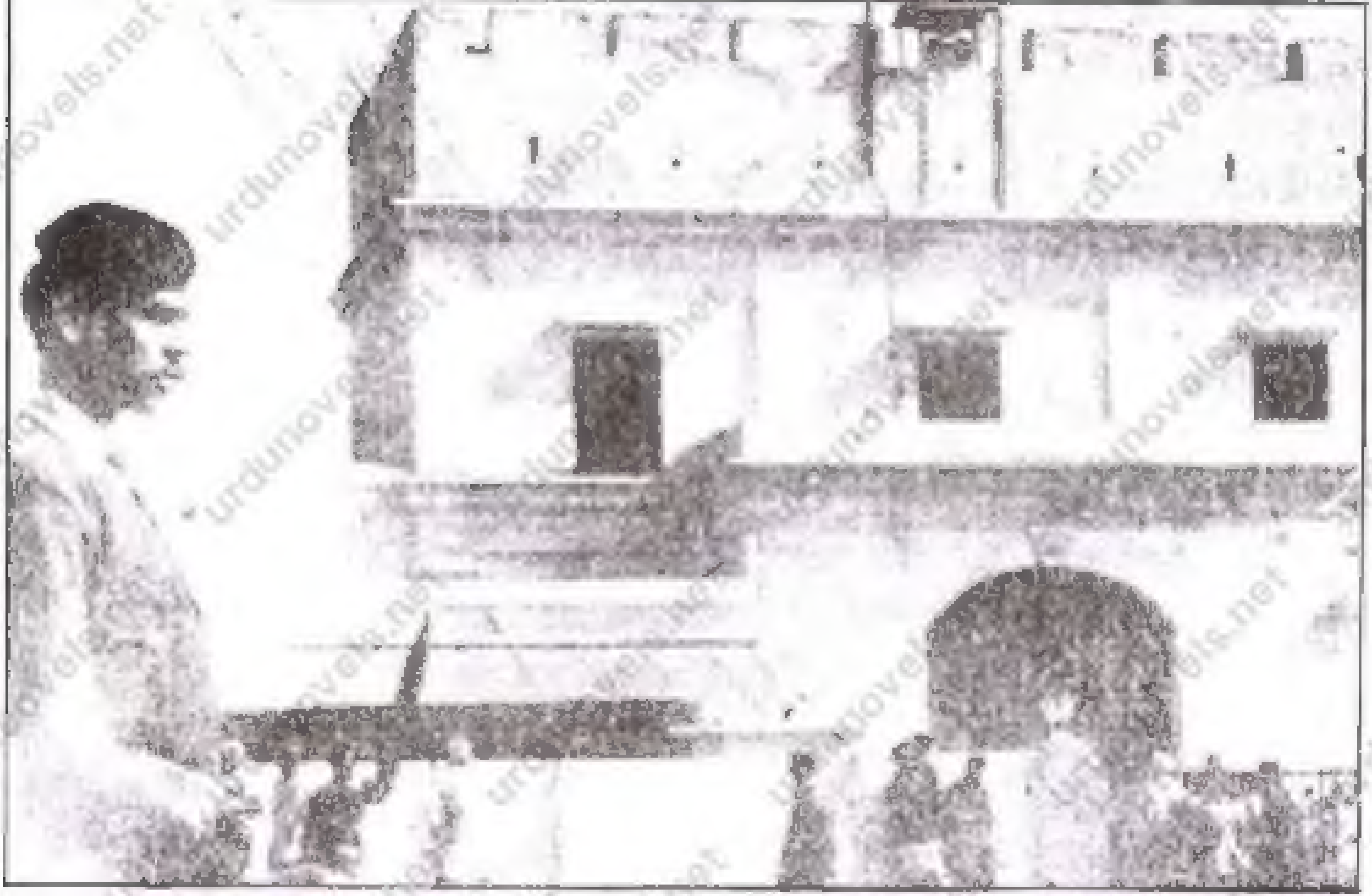

کیلئے کام ہے پہلے 10 اور بعد کو وزرا وچیف وارڈ میں لاکر رکھا گیا تھا تاکہ ملکی فیصلوں کے لئے مخصوص وارڈ کو سیکورٹی وارڈ کی شکل دے کر سنٹرل جیل راولپنڈی میں ایوب خان کے دور میں واقع عمل تعمیری ساخت کو مخفی رکھا جائے۔ اس مقصد کیلئے جیل کے اندر ہی اسے بنگالی پیرا کرنے کا کام جاری تھا۔ ایم ایل اے سے مجھے بتایا کہ بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران میری ٹیم کو پنڈی جیل میں اس کی حفاظتی سیکورٹی داری تفویض کی گئی ہے۔ تب تک وہ سیکورٹی وارڈ کا نقشہ کچھ یوں تھا

سیکورٹی وارڈ۔ سنٹرل جیل راولپنڈی کے صدر دروازے سے داخل ہو کر ایک راہداری آتی ہے جس کے بائیں جانب جیل کے دفاتر ہیں۔ دالان سے پہلے ایک آہنی دروازہ ہے۔ اس کے بعد کھلی جگہ ہے۔ یہاں سے بائیں ہاتھ پر تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک الگ تھلگ عمارت ہے۔ بھٹو صاحب اس جیل میں اسیری سے قبل یہ الگ تھلگ عمارت تین وارڈوں پر مشتمل تھی۔ اب یہ عمارت کئی بار تبدیلیوں کے بعد سیکورٹی وارڈ کے نام سے موسوم ہوئی۔ ابتدا میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ بھٹو صاحب کو جیل میں کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے اور یہ وارڈ اسی انتظار میں پہلے استعمال ہو جائے۔ حوالاتی وارڈ آٹھ کوٹھڑیوں پر مشتمل تھا۔ چار کوٹھڑیاں ایک جانب اور چار دوسری جانب اور درمیان میں چند فٹ چوڑا دالان (Corridor) تھا۔ دالان کے دونوں کناروں پر آہنی دروازے نصب تھے۔ ہر کوٹھڑی تقریباً 12 فٹ لمبی اور ساڑھے سات فٹ چوڑی تھی۔ جنوب والے آہنی دروازے کے باہر تقریباً 34 x 38 فٹ کا صحن تھا۔ جس کے گرد تقریباً 8 فٹ اونچی دیوار تھی۔ اس صحن کی مشرقی طرف ایک دروازہ تھا جو پہلے بند کر دیا جاتا تھا۔ شمال آہنی دروازہ کے باہر کوٹھڑیوں کے فرش سے لے کر چھت تک ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دی گئی اور اس حصے کو مستقل طور پر بند کر دیا گیا جہاں ضروری آلات وغیرہ لگائے گئے جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ بھٹو صاحب کی منتقلی سے پہلے سیکورٹی وارڈ کے ساتھ ایک اضافہ کیا گیا۔

اصلاح و مرمت۔ بھٹو صاحب کی آمد سے پہلے چار کوٹھڑیوں کے عقب میں ان کے واسطے ایک بیرک تیار کی گئی۔ جس میں سیکورٹی کے نقطہ نظر سے کئی تبدیلیاں کی گئیں جس کی بدولت وارڈ کی حالت اور صحت مند ماحول میں تبدیلی آئی۔ فرش پکا اور دیواروں کی مرمت میں سیکورٹی کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں کی گئیں۔ باہر سے جیل کے اندر سیکورٹی وارڈ کا رنگ لگانے کا کام شروع ہوا اور اس کی جگہ سیمنٹ کا فرش بنایا گیا۔ چھت کو چھپانے کیلئے اصلی چھت سے چند فٹ نیچے آہنی چھت ڈالی گئی۔ اس کے نیچے ایک موٹی چادروں سے بیرک کر دی گئی جس کی ہر طرف خوشنما سفید رنگ کر دیا گیا۔ پرانی اور نئی آہنی چھتوں کے درمیان خلا اور آہنی جنگلے بھر دیئے گئے۔ اس ساری تبدیلی اور تیاری کا اصل مقصد یہ تھا کہ بھٹو صاحب کو اس وارڈ کے اندر جانے کے امکان کو ختم کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام کوٹھڑیوں کی دیواروں

پر جو پہلے ہی مضبوط پتھر سے تعمیر کی گئی تھیں، سوئے اتفاق کی تھیں چڑھا دی گئیں تاکہ حفاظت کے ساتھ ساتھ صحت و صفائی کے خصوصی اہتمام کا تاثر بھی پیدا ہو سکے۔ سیکورٹی وارڈ میں حفظانِ صحت کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ [illegible] بجلی کا بھی مستقل انتظام تھا۔ [illegible] روز قریبی جیل سے [illegible] تک [illegible] کرنے سے پہلے [illegible] کہ جیل فیکٹری کی چار [illegible] سے [illegible] وارڈ کے اندر [illegible] واقع تمام کمرے علاقے کے ساتھ ساتھ [illegible] خاردار تاروں سے ایک دفاعی حصار تعمیر کر دیا گیا تھا۔ اس دفاعی حصار میں ایک گیٹ تھا جو سیکورٹی وارڈ میں آنے جانے کا واحد راستہ تھا۔ اس کے علاوہ دفاعی حصار سے اندر اور گرد گرد نوکیلی [illegible] والے خاردار [illegible] کے [illegible] تختے [illegible] اور [illegible] پھیلا [illegible] یہ ایک ناقابلِ عبور رکاوٹ بن گئے۔ ایک [illegible] کی گولائی تقریباً ایک میٹر [illegible] اور ایک میٹر [illegible] ہے۔ بیچ میں دس چودہ فٹ خالی جگہ چھوڑ کر سیکورٹی وارڈ کی بیرونی دیوار کے ساتھ ساتھ ہر طرف اسی طرح کی ایک اور رکاوٹ بھی بنا دی گئی تھی تاکہ سیکورٹی وارڈ پر کسی بھی قسم کے حملے یا یہاں سے بھٹو صاحب کے فرار کی کوشش کو ناکام بنایا جا سکے۔

نگرانی کے مینار۔ سیکورٹی وارڈ کے گرد [illegible] خاردار تاروں کی دو [illegible] کے درمیان دس چودہ فٹ خالی جگہ پر نظر رکھنے اور [illegible] کے لیے [illegible] تعمیر کیے گئے تھے جن پر ہر وقت مسلح [illegible] مستعد [illegible] پہرہ دیا کرتے تھے۔ بعد میں جب [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] تعمیر ہوئی تو اس کی دوسری جانب بھی نگرانی کا ایک [illegible] مینار بھی تعمیر کر دیا گیا تھا۔ سیکورٹی وارڈ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں [illegible] روشنی کا انتظام کیا گیا۔ بجلی [illegible] جانے [illegible] کی صورت میں [illegible] صورتحال سے [illegible] حالات [illegible] ایک جنریٹر [illegible] الارم سسٹم بھی مہیا کر دیا گیا تھا۔

آپریشن روم۔ [illegible] سے اوپر کی منزل میں [illegible] آپریشن روم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہاں پہلے ہی [illegible] کمرے موجود تھے جن میں جیل کا ریکارڈ [illegible] رکھا جاتا تھا۔ اسے [illegible] کسی اور جگہ منتقل کر دیا گیا۔ ان میں سے [illegible] کمروں میں [illegible] ٹیلی فون [illegible] وائرلیس [illegible] سیٹ [illegible] (I.cq 300m) وغیرہ آپریشن روم میں رکھے گئے اور ان کمروں کی چھت کو ایک [illegible] چوکی کی شکل دے دی گئی۔ چھت کی اس چوکی سے سیکورٹی وارڈ کی ہر نقل و حرکت کے علاوہ تقریباً ساری [illegible] جیل کے [illegible] خصوصاً [illegible] اور جیل کے صدر دروازے کے سامنے کا [illegible] علاقہ صاف نظر آتا تھا۔ سیکورٹی وارڈ اور جیل تک پہنچنے والے تمام راستوں پر نظر رکھنے کی خاطر [illegible] کی چھت پر [illegible] مسلح [illegible] چوکیاں تعمیر کی گئیں جن میں [illegible] مورچے بنانے کا بندوبست بھی کر دیا گیا تاکہ کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نمٹا جا سکے۔ یہ چھت [illegible] کے [illegible] چاروں طرف [illegible] منتشر تھیں [illegible] کے لیے [illegible] حسبِ ضرورت [illegible] جیل اور اس کے مضافات میں

ایک میعادہ جگہ سیکیورٹی کی تعینات کر دی گئی۔ یہ تمام انتظامات 15 مئی 1978ء تک مکمل کر دیے گئے اور 17-18 مئی کی درمیانی شب اسیری عنایت کی جیل کے اسی حصے کی پولیس لائنز میں تعینات کر دی گئی۔

سیکورٹی فورس اور اس کے فرائض

بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی کے تحفظ کی خاطر محکمہ جیل خانہ جات ' پولیس اور فوج کی درج ذیل نفری تعینات رہی۔

محکمہ جیل خانہ جات

(الف) سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی کی سرکردگی میں ضلعی جیل کا موجودہ سٹاف

(ب) انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات نے سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی کو 50 وارڈنز کی اضافی نفری بھی بھیج دی۔

محکمہ پولیس

(ا) ایس ایس پی راولپنڈی کی زیر نگرانی ضلعی پولیس

(ب) ایس ایس پی راولپنڈی کو پولیس ٹریننگ کالج سہالہ سے پانچ سو جوانوں پر مشتمل ایک اضافی پولیس فورس بھی مہیا کر دی گئی۔

(ج) آئی جی ایف سی کی زیر کمان نفری میں سے پانچ سو (500) جوان بھی ایس ایس پی راولپنڈی کے ساتھ کر دیے گئے۔

محکمہ فوج

(الف) 27 پنجاب رجمنٹ کا عملہ سیکورٹی کے لئے تعینات کیا گیا۔

(ب) ایک کمپنی کی 3 سیف رجمنٹ کا عملہ ڈیفنس فورس تعینات کیا گیا۔

(ج) بیٹری 94 لائٹ ائیر ڈیفنس رجمنٹ کا عملہ ڈیفنس فورس تعینات کیا گیا۔

فرائض۔ سیکورٹی فورس کو مندرجہ ذیل ممکنہ خطرات سے فوری طور پر نمٹنے کا مشن سونپا گیا

(الف) بڑے مجرم ذوالفقار علی بھٹو کا اقدام خودکشی

(ب) بڑے مجرم کے پارٹی ورکرز اور حمایتیوں کی جانب سے بھٹو کے جیل سے سپریم کورٹ آتے جاتے وقت راستے میں روکنے یا جیل سے سپریم کورٹ آنے جانے سے پہلے طے شدہ منصوبے کے مطابق راستے پر حملہ کر کے رہائی یا قتل کی سازش۔ ان ممکنہ اقدامات کی صورت میں ذوالفقار علی بھٹو کو سیکورٹی دینا

پورے جیل میں آتش زنی کر کے بھگدڑ مچانے کی ترکیب بھی تھی۔

(ج) سیکیورٹی وارڈ میں مریض بنا کر داخل ہونے یا ملاقاتی بن کر جانے کی کوشش۔

(د) زمینی حملے سے اغوا کی کوشش۔

(ر) ہوائی حملے کے ذریعے رہائی کی کوشش۔

(س) غیر ملکی مدد یا بیرونی مدد کے ذریعے جیل کے اندر عملہ پر [illegible] کے ذریعے ہوا / مسٹر بھٹو کی رہائی کی کوشش۔

(ش) جیل یا سپریم کورٹ کے راستے میں اغوا کا منصوبہ۔

جیل پولیس اور فوج کی مشترکہ میٹنگ کے نتیجے میں [illegible] کی صورت میں درج ذیل واضح اور قطعی ذمہ داریاں متعین کی گئی تھیں۔

(الف) جیل کے اندر داخل ہونے کے بعد جیل کی چار دیواری میں مسٹر بھٹو [illegible] کے تحفظاتی انتظام کی ذمہ داری جیل حکام کی تھی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل اور ان کے ماتحت عملہ اور [illegible] کسی بھی ہنگامی صورت حال میں دو لفظوں میں پوری حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔

(ب) جیل سے باہر مسٹر بھٹو کی حفاظت کا فرض [illegible] پولیس کے ذمہ تھا۔ جیل سے سپریم کورٹ تک اور سپریم کورٹ کے اندر حفاظت کی ذمہ داری ایس پی [illegible] اور ایس پی [illegible] کی تھی۔ [illegible] فورس [illegible] کسی بھی ہنگامی صورت حال کے لیے تیار رہتے تھے۔

(ج) ان کارروائیوں کی نگرانی [illegible] فوج کے ذمہ تھی۔ [illegible] مارشل لاء کی جانب سے حفاظتی تدابیر کی اعلیٰ نگرانی کا کام سونپا گیا تھا۔

خفیہ آلات۔ مئی 1978ء کے دوسرے ہفتے میں بھٹو صاحب کی [illegible] جیل میں آمد سے صرف چند روز پہلے مجھے اطلاع دی گئی کہ ایک خفیہ ادارے کی طرف سے فلاں صاحب ضروری سامان لے کر آئیں گے [illegible] صاحب [illegible] کے [illegible] لگائے جائیں گے [illegible] ٹیلیفون [illegible] کوٹھڑی کی دیوار میں خفیہ جاسوسی آلات نصب کئے جس میں [illegible] صاحب کو رکھا جانا تھا۔ یہ آلات وائرلیس (Wireless) کے ذریعے [illegible] دیئے گئے [illegible] کے متعلق [illegible] ایک دو مختلف [illegible] میری پولیس کے [illegible] کے ایک کمرے تک [illegible] تاکہ [illegible] معلوم ہو سکے کہ ان خفیہ آلات سے کس وقت کام لیا جاتا ہے [illegible] کے خاص [illegible] ہوا کرتے ہوں گے۔ شروع شروع میں یہ آلات [illegible] رات تک [illegible] چونکہ بھٹو صاحب کے پاس [illegible] آلات [illegible] کے قریب [illegible] کے [illegible] آکر تمام [illegible] ان کی حالت میں ان

آلات تک پہنچنے سے پہلے بیرونی وارڈ کے گرد دو کمرے ایک پی ہارڈ تیار کر کے الگ کر دیئے گئے اور انہیں جیل کے ہر شخص کیلئے آؤٹ آف باؤنڈ (Out of Bound Area) قرار دے دیا گیا تاکہ خفیہ آلات انسانی نگاہ سے پوشیدہ اور محفوظ رہیں۔

یہ تمام حفاظتی انتظامات اسیری کے دوران بھٹو صاحب کی حفاظت کو یقینی بنانے کیلئے انکو سنٹرل جیل راولپنڈی لانے سے پہلے عمل میں لائے گئے۔ ویسے ان کی اسیری کے دوران تعینات رہنے والے اہل کار کے علم لیتے رہے اور ان کے ذہن کی صورت حال سے یہ بات محسوس ہوتا تھا کہ اقتدار کی کرسی چھوٹ جانے کی حیرت اور خوف کی شدید وحشت طاری ہے اور اتنی قدر حفاظتی انتظامات کے باوجود کسی بھی ممکنہ خطرناک اقدام سے بھٹو صاحب کو بچ نکلنے کے کئی امکانات موجود تھے۔ جیل کی اونچی دیواروں اور فولادی چھت کے اندر محبوس ایک شخص کی گرفتاری پر مامور افسران اور ملازمین کی موجودگی سے بھی ساری چیزیں حرام ہو گئی تھیں۔ لیکن دوسری طرف جب میں بھٹو صاحب کی طرف دیکھتا تو مجھے وہ پہلے والا ہی رویہ رکھے ہوئے نظر آتے۔

آمد اور معمولات

سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بریگیڈیئر محمد ممتاز ملک نے 14 مئی 1978ء کو مجھے طلب کیا اور بھٹو صاحب کی آمد کے بارے میں متعلقہ تفصیلات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو صاحب کی آمد بہت خفیہ ہوگی۔ انہیں کوٹ لکھپت جیل لاہور سے خصوصی ہوائی جہاز یا بکتر بند گاڑی میں لایا جائے گا۔ انہیں پی اے ایف بیس چکلالہ، [illegible] ریلوے اسٹیشن یا [illegible] میں سے کسی ایک جگہ اتارا جا سکتا ہے۔ ہم نے مختلف حوالوں سے مقامات کیلئے مختلف روٹوں کا تعین کیا اور آمد کے موقع پر سرحدی حفاظتی انتظامات پر تبادلہ خیال کیا۔ طے پایا کہ آمد کے مقام سے سنٹرل جیل راولپنڈی تک تحفظ کی ذمہ داری ایس ایس پی راولپنڈی کی ہوگی جبکہ جیل کے اندر حفاظت کی ذمہ داریاں ہمارے سپرد تھیں۔ چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں ضروری اقدامات کیلئے اپنے ماتحت کیپٹن وقار احمد راجہ کو ہدایت کی اور انہیں جیل کے باہر کی تمام حفاظتی [illegible] سے آگاہ کیا۔

16 مئی 1978ء کی رات کو تقریباً پونے بارہ بجے فون کی گھنٹی بجنے سے میں بیدار ہوا۔ بریگیڈیئر ممتاز ملک نے فون پر مجھے ہدایات دیں کہ صبح 5 بجے [illegible] سے موزوں جگہ "وصول" کرلوں۔ میں نے فوراً کیپٹن وقار کو فون کرکے یہ اطلاع دی کہ وہ صبح ساڑھے چار بجے مناسب وقت پر تحریری پارٹی کو لے کر "موزوں جگہ" وصول کرنے [illegible] طے شدہ طریقے کے مطابق ہدایات پر عمل کریں۔ انہوں نے [illegible] اور جہاز کا رخ

دستور ہے وقت سے بہت پہلے پھانسی کیلئے تیاریاں زور شور سے شروع ہو گئی ہوں گی۔ مگر بیدار ہونے والوں کو اس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا کہ یہ سب تیاری کس مقصد کیلئے ہو رہی ہے۔ آج وہیں ایجنسیں جاتے وقت میں سے راستے میں پولیس کے حفاظتی انتظامات ابھی تیزی سے چیک جا رہی ہے۔ پانچ بجنے سے چند منٹ پہلے تک وہیں سڑک پر پہنچا اور دیکھا کہ وہاں پہنچ کر گاڑی پہنچی پوری طرح چوکس اور مستعد ہے۔ سگنل کے ساتھ وعدوں سے معاملات کے قیام سے تمام ضروری حفاظتی انتظامات کر دئیے گئے تھے۔ میں سے دور ایک طرف رضا کار ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی جنرل بھی شامل ہیں کے لباس میں گھوم رہے ہیں۔

آدھی رات کو ٹھیک بج کر پانچ منٹ پر ابھی روانہ ہوئے بھٹو صاحب ایک پولیس افسر کی معیت میں اپنی کوٹھڑی سے باہر آئے۔ انہوں نے نیلے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور قدرے کمزوری کے باوجود بہت صحت مند نظر آ رہے تھے۔ قیدیوں کی ایک بند گاڑی جیل وارڈ کے قریب تیار تھی۔ بھٹو صاحب کو اس میں سوار ہونے کو کہا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت غضبناک ہوئے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس پر وہ یوں گرجے جیسے ابھی تک ملک کے سربراہ ہوں۔ انہوں نے پولیس افسر سے کہا "تمہیں شرم آنی چاہئے۔ کیا تم نے میرے لئے گاڑی کا بندوبست نہیں کیا ہے حالانکہ وزیر ہوں؟"

اس طرح تلخی کا اظہار کرنے کے بعد وہ قیدی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ اسی دوران جلدی سے دیکھا گیا کہ ان کے پیچھے چلنے والی ایک اور گاڑی کی بجائے اس گاڑی میں صرف لکڑی کے بنچ لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد قیدی گاڑی بند کر دی گئی۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ بھٹو صاحب اس وارڈ سلوک پر سامعہ بھی سے پہلے رو رہے تھے۔ ہم انہوں نے کہا "ایسا سلوک تو کسی نے یہودیوں کے ساتھ بھی نہیں کیا تھا"۔ وہ بار بار یہ بات کہہ رہے تھے کہ پولیس اپنے لیڈر سے جدائی کا ایک قسم تیسری دنیا کا لیڈر بھی ہے، مقصد دوسرے کر رہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر میں گاڑی راولپنڈی جیل میں داخل ہو گئی اور اسے ہوتے ہی کوئی بعد چلا کر سڑک پر جا رہا ہے۔ گاڑی کے اندر داخل ہوتے ہی جیل کے دروازے بند ہو گئے۔ بھٹو صاحب کو جیل کی وارڈ میں لے جایا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل چوہدری یار محمد نے بھٹو صاحب کو کوٹھڑی میں لے جا کر جیل ہی میں وارڈ کے کمرے میں پہنچ کر تھوڑی دیر وہاں کھڑے ہو گئے اور جب جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے بھٹو صاحب سے کہا وہاں سے آپ کے باہر تک منتظر رہیں گے وہ چند روز ہی۔ بھٹو صاحب جیل میں قیدیوں کی گاڑی سے جو کچھ باہر آئے وہ انسوں سے بیکاری رو کے ہوئے بعد دونوں کے ساتھ اور گھر کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے ہوئے تھے کوئی نتیجوں وہاں کی تعلقات کا اس سے مشابہ تھے۔ میں حکام بالا سے دریافت کیا گیا کہ بھٹو صاحب کو پھانسی دی جانی ہے خصوصی گاڑی میں بند کر دیا گیا ہے۔ وہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو اپنے وقت کا احساس دلا دیا گیا۔ بہرحال بھٹو صاحب کو کسی طرح بتایا جا سکا تھا کہ ان کو کوٹھڑی میں لے گیا۔

اسی دن یعنی 17 مئی 1978ء کو بھٹو صاحب سے پہلی مرتبہ جیل والی کوٹھڑی میں بلایا گیا اور ان سے ملاقات (Corridor) کی راہ گزرتے ہوئے مختلف جیل وارڈ کی تنگ کوٹھڑی پر ان کی بعد میں سختی کر دی تھی غسل خانے کے دروازے پر عام قسم کے کپڑے کے پردے اور جیل کے موسم کی کوٹھڑی کے سامنے ... ان میں ... اعتراض کیا اور مطالبہ کیا کہ ان کی خواہش پر ... شاید بھٹو صاحب ... لاک اپ ... کھڑکیوں سے یہ محسوس ہوا کہ ان میں ... قسم کے آلات رکھے گئے ہیں تاکہ ان کے ساتھ کی گئی ہر قسم کی بات چیت سنی جا سکے۔ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ ان پر کڑی سختی ہو رہی ہے۔ غسل خانے پر دروازہ ... کھڑکی پر ... رنگ کا ... تاکہ پردے کا انتظام ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ روشنی اور جیل کے عملے سے متعلق ان کے عمل کے ... تاکہ اپنی مرضی سے انہیں استعمال کر سکیں۔

میری حاضری کے ... سے بطور سپرنٹنڈنٹ ... وہ سہولتیں (۷۸) کی گئی تھیں۔ یہ سہولتیں دوسرے قیدیوں کو دی جانے والی سہولتوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ یہاں ان میں سے چند ایک سہولتوں کا بیان مناسب ہوگا۔

رہائش۔ بھٹو صاحب کو چار کوٹھڑیوں پر مشتمل ایک الگ تھلگ وارڈ میں رکھا گیا تھا جس میں ایک صحن بھی موجود تھا۔ (رہائش کے دوران ان کی خاطر دو کوٹھڑیاں ایک مضبوط دیوار بنا کر الگ کر دی گئی تھیں) ایک کوٹھڑی کے بجائے بھٹو صاحب کو چار منسلک کوٹھڑیاں دی گئی تھیں۔ ان میں سے کسی کو بھی کال کوٹھڑی قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ کوٹھڑیاں صاف ستھری روشن اور ہوا دار تھیں۔ چار کوٹھڑیوں پر مشتمل اس رہائش کا یوں ترتیب دی گئی تھی۔

1۔ سونے کا کمرہ۔ یہ تقریباً 12 × 7½ فٹ کا کمرہ تھا ... کی وجہ سے دوسرے کمروں کی نسبت اس میں اخفائے حالت (Privacy) کا اہتمام زیادہ تھا۔ چاروں کے چاروں کمروں میں ... سب سے ... ملاقات کی ... سہولت ... تھی۔

2۔ غسل خانہ ... ان کے سونے کے کمرے سے ملحقہ کوٹھڑی کو غسل خانے کی صورت دے دی گئی۔ اس میں پانی ... ٹوٹنے ... ریک اور ... رکھ دی گئیں۔ سردیوں میں پانی گرم کرنے کے لئے ہیٹر۔ اس کے علاوہ ایک ... مہیا کر دیا ... متعلق ... بھی ... تھا۔

3۔ سونے کے کمرے سے متصل کوٹھڑی کو اسٹور اور ڈریسنگ روم بنا دیا گیا تھا۔ اس کمرے میں بھٹو صاحب کے کپڑے اور دیگر اشیاء رکھی جاتی تھیں۔ اس کمرے کو وہ بطور ڈریسنگ روم بھی استعمال

رکھتے تھے اس میں ٹیبل اور الماری وغیرہ کی بھی ضرورت تھی۔

4۔ باورچی خانہ، غسل خانہ اور بیت الخلا بھٹو صاحب سے متصل دائیں طرف والے کمرے کو جو پہلے چار دیواری تھا کو کچن سے قریب ترین تھا اور جس میں داخل ہونے کی دائیں طرف چھوٹا سا دروازہ تھا۔ اس میں ریفریجریٹر بجلی سے چلنے والا چولہا ایک میز، کرسی اور الماری اور دیگر اشیائے خورد و نوش رکھی جاتی تھیں۔

جہاں تک بجلی کا تعلق ہے بھٹو صاحب جیل کی کال کوٹھری بجلی سے محروم رکھی جاتی ہیں اور یہاں سے محروم بجلی کے تاروں سے محروم کی داشت ہے۔ لیکن تمام جیل حکام کی وجہ سے بھٹو صاحب اور ان کے ساتھ اس میں بجلی کا پورا انتظام موجود تھا۔ اس سلسلے میں کئی سہولتیں بہم پہنچائی گئی تھیں۔

1. ٹیبل لیمپ بھٹو صاحب کو پڑھنے لکھنے کی سہولت مہیا کرنے کے لیے ایک ٹیبل لیمپ دیا گیا تھا۔

2. پنکھا اور ہیٹر بھٹو صاحب کے کمرے میں ایک بجلی کا پنکھا بھی نصب تھا۔ اسی طرح سردیوں کے دوران گرم رکھنے والا ایک ہیٹر بھی موجود رہا تھا۔ غسل خانے میں ایک موٹر اور ایک واٹر ہیٹر رکھا گیا تھا۔

3۔ بجلی پہلے پہل جیل میں بجلی کی کمی کے سبب جیل کے حکام نے بجلی کا کنکشن اور ایک علیحدہ سرکٹ کے ذریعے بھٹو صاحب کے لیے بجلی کا استعمال کرنے کی اجازت دی تھی تاکہ جیل کے باقی حصوں میں بجلی کی کمی یا لوڈ شیڈنگ کے دوران بھی بھٹو صاحب کی کوٹھری روشن رہے۔ گرمیوں میں بجلی کی فراہمی میں تعطل کے وقت بھٹو صاحب کی روشنی جاری رہ سکے۔ یہ انتظام بھٹو صاحب کی طرف سے 18 سے 26 مئی 1978ء کے دوران بیماری کے بعد کیا گیا جس کا ایک تفصیل سے ذکر ہے۔

4۔ ریفریجریٹر موسم گرما میں بھٹو صاحب کی خواہش پر روزانہ ایک کی سہولت دینے کی خاطر ان کے کمرے میں ایک فریج رکھوا دیا گیا تھا۔ در حقیقت یہ انتظام بھٹو صاحب کی گرمی کے موسم کی شدید تکلیف کے پیش نظر کیا گیا تھا۔ اس کی اصل وجہ یہ بھی تھی کہ تمام پینے کی اشیاء بھٹو صاحب خود رکھتے تھے جیل کے ڈاکٹر کو ایک مراسلت دیا ہوا تھا کہ جو اشیاء میں پینے کی اشیاء جو ان کے پاس ہیں۔ چنانچہ پانی، دودھ، گوشت، سبزی اور پھل وغیرہ محفوظ رکھنے کے لیے فریج کا استعمال ضروری قرار پایا تھا۔

فریج اور دوسری اشیائے ضرورت مہیا کرنے کی تجویز کو ابتدائی تجویز کے طور پر پیش کیا گیا تھا مگر اس کے بعد بھٹو صاحب کو ہسپتال والے پلنگ اور گدے اور دیگر سامان بھی مہیا کیا گیا تھا لیکن بعد میں کچھ دنوں بعد انہوں نے شکایت کی کہ ان کے شانے اور کمر میں درد رہتا ہے اور وہ اس پلنگ پر سو نہیں سکتے۔ آخر کار ان کے اصرار پر ان کو ان کا اپنا بستر اور پلنگ مہیا کر دیا گیا تھا۔ چونکہ بھٹو صاحب مطالعہ کے لیے ٹیبل لیمپ استعمال کرتے تھے اس لیے ان کو تھوڑی سی مدت کے بعد ایک میز بھی مہیا کر دی گئی جس پر وہ چھوٹی کرسی اور ایک بستر کے ساتھ سہولت سے کھانا کھا سکتے تھے اور دوسری چیزیں رکھنے کی میز اور ایک بیت الخلا کی جگہ بھی اس کمرے میں

ہوتی تھیں۔ جو جیل کے قواعد و ضوابط کے خلاف تھا۔ اسی کی وجہ سے [illegible]
لگا کر بھٹو صاحب کے آرام کی خاطر ان چیزوں کی سہولت مہیا کر دی گئی تھی۔

جیل میں عام مجرموں کو مخصوص طرز سے سلے ہوئے کمبل جیل کی طرف سے دیے جاتے ہیں
لیکن بھٹو صاحب کو اپنے ذاتی بستر اور چادریں اور تکیے وغیرہ استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ علاوہ ازیں
مچھروں سے بچنے کے لیے [illegible] بھی مہیا کر دی گئی تھی۔

جیل کے لباس کی بجائے بھٹو صاحب کو اپنے ذاتی لباس پہننے کی آزادی تھی۔ عموماً شلوار [illegible]
تنگ آ گئے اور پاؤں میں چمڑے کی چپل استعمال کیا کرتے تھے۔ اسی طرح جیل کے قواعد کے برخلاف
انہیں شیو کرنے کے لئے بلیڈ وغیرہ رکھنے کی بھی اجازت تھی اور نہانے دھونے کیلئے اپنی مرضی سے اپنا
ذاتی سامان استعمال کیا کرتے تھے۔ اپنی کوٹھڑی میں دوائیں وغیرہ بھی رکھ سکتے تھے لیکن ان دواؤں کی
باقاعدہ پڑتال ہوتی تھی کہ کہیں ان میں کوئی چیز ملی ہوئی نہ ہو۔

وقتاً فوقتاً جب بھی ضرورت پڑے جیل کا ڈاکٹر بھٹو صاحب کے علاج کیلئے حاضر رہتا تھا۔ تاہم کسی حد
تک دو مستند جیل کے ڈاکٹر علاج نہیں کیا کرتے تھے اور دوسرے ڈاکٹروں سے علاج [illegible] جن کا
ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ حفظان صحت کی خاطر بھٹو صاحب کے کمرے [illegible] کی
خوشبودار کیڑے مار دوائی باقاعدگی سے چھڑکی جاتی تھیں۔

بھٹو صاحب کو جیل کی جانب سے روزانہ دو اخبار "پاکستان ٹائمز" اور "جنگ" مہیا کیے
جاتے تھے۔ لیکن جیل میں کتابیں، رسالے پڑھنے اور لکھنے کی کھلی اجازت تھی۔ بھٹو صاحب کے اہل
خانہ [illegible] رسائل و جرائد جس قدر چاہتے مہیا ہو جاتے اور بھٹو صاحب [illegible]
[illegible] کرتے تھے۔ تاہم بعض موقعوں پر [illegible]
[illegible] جس کا ذکر کتاب میں کسی اور جگہ آئے گا۔

روز مرہ معمولات۔ اگرچہ بھٹو صاحب کی شخصیت سے روز مرہ معمولات میں باقاعدگی کی توقع نہیں کی
جا سکتی مگر ایک تنگ کمرے میں اسیری نے [illegible] ان کے روز مرہ کے معمولات متعین ہو گئے تھے۔ چونکہ
جیل میں [illegible] کے قیام کے دوران [illegible] معمولات کے پابند ہو گئے تھے۔ رات دیر تک
جاگتے رہتے اور صبح دیر سے اٹھتے تھے۔ [illegible]
[illegible] طلب کرتے۔ ان
دنوں [illegible] باقاعدگی [illegible] کے ساتھ [illegible] شیو کرتے تھے۔ میں
نے آج تک بھٹو صاحب کی طرح [illegible] کرنے والا آدمی کم ہی دیکھا ہے۔ بعد
ازاں وہ کچھ وقت غسل خانے میں گزارتے اور اپنے بدن کی صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ وہ
عموماً [illegible] After shave lotion وغیرہ
استعمال کیا کرتے تھے۔ [illegible] (Charlie Cologne & Shalimar)

ان سے پسینہ [illegible] تھے۔ وہ باقاعدہ [illegible] کے شوقین تھے۔ [illegible]

کرتے تھے۔ [illegible] رنگ کے [illegible] پہنتے تھے۔ [illegible] کی

جرابیں پہنا کرتے تھے۔ غسل کرنے کے بعد وہ [illegible] بجے ناشتہ کیا کرتے تھے۔ منٹو

صاحب کا ناشتہ [illegible] تھا۔ عام طور پر ان کا ناشتہ [illegible] ایک [illegible] پر مشتمل ہوتا تھا

[illegible] تھے [illegible]۔ [illegible]

کبھی کبھار صرف ایک [illegible] بھی کھایا کرتے تھے۔ کئی دفعہ تو وہ صرف چائے یا [illegible] کے ساتھ

ایک آدھ بسکٹ پر اکتفا کر لیتے تھے۔ یہ تھا ان کا ناشتہ۔

ناشتے کے بعد [illegible] کرسی پر بیٹھ جاتے [illegible] اور اخبارات کا مطالعہ کرنے

لگتے تھے۔ وہ اخبارات [illegible] پڑھا کرتے تھے [illegible]۔ [illegible] منٹو

صاحب [illegible] صرف ایک [illegible] اور ایک [illegible] اخبار [illegible]

[illegible] اور دوسرے رسائل و جرائد [illegible]۔ میں ان کے مطالعہ کی عادت پر

حیران ہوتا تھا کہ وہ [illegible] کے ساتھ پڑھتے [illegible] تھے۔ [illegible] مطالعہ کے دوران

چائے یا کافی کا ایک [illegible] طلب کرتے تھے۔ کبھی کبھی [illegible] نہیں

کرتے تھے اور اس کے بدلے صرف چائے [illegible] پر گزارہ کر لیتے تھے۔

وہ [illegible] دوپہر کے کھانے کے بعد [illegible] اور

[illegible] تھے۔ انہیں دوپہر کے وقت سونے کی عادت [illegible] تھی۔ اس طرح [illegible] وہ کتابوں اور

رسالوں کے مطالعے میں [illegible]۔ [illegible] منٹو

صاحب [illegible]۔ [illegible] منٹو

صاحب کی [illegible] آلات کی موجودگی

میں [illegible]۔ [illegible]

[illegible]۔ [illegible]

[illegible] کے ساتھ بھی [illegible] بات چیت کرتے تھے۔ اس [illegible] دوران چائے کے ایک دو دور

ضرور چلتے۔ [illegible]

لکھنے میں [illegible]۔ جنوری 1979ء [illegible]

ساتھ [illegible]۔ رات [illegible] 9 سے 10 بجے کے درمیان کھانا کھاتے

اور [illegible] سو جاتے۔

منٹو صاحب [illegible] کی تفصیل یہ ہے۔

[illegible] سب سے زیادہ پسند کرتے تھے [illegible]۔ دال [illegible] مرغ

کی [illegible] بھنڈی [illegible] گوشت [illegible] اور کباب۔ [illegible]

ہتھل کریم کھاتے۔ آموں کے موسم میں وہ صرف چونسہ آم کھایا کرتے۔ وہ مچھلی کے شوقین تھے اور چاول بھی کبھار ہی کھایا کرتے تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ دوپہر کے کھانے کے ساتھ پھل وغیرہ کھاتے اور رات کے کھانے میں صرف سوپ پیتے تھے۔ وہ رمضان کو بھی اہمیت دیتے تھے۔ ایک ایسے قیدی کو جو کھانا تیار کرنے میں مہارت رکھتا تھا مشتاق بھٹو صاحب کی خدمت میں دے دیا گیا تھا۔ کھانے پینے کی تمام چیزوں کا پہلے جیل افسر معائنہ کرتا تھا جسے وہ بعد میں خانے کے طریقے سے کھاتا۔ شروع شروع میں اسے اس کام پر لگایا گیا جو پہلے چکھ لیتا تھا۔ بعد میں جب بیگم بھٹو کراچی سے اسلام آباد آگئیں اور ان پر پابندی ختم ہوئی تب بھٹو صاحب کیلئے ان کے گھر سے کھانا آنے لگا۔

جیل قوانین کے مطابق پھانسی کی سزا پانے والے قیدی کو صرف جیل کے کھانے کا استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے لیکن بھٹو صاحب کے معاملے میں یہ استثنا جیل حکام نے حاصل کیا تھا۔ روزانہ کا کھانا پہلے جیل کے عملے کو چکھنا پڑتا۔ پھر جب یہ ٹھیک ثابت ہوتا تو بھٹو صاحب کو دیا جاتا۔ ابتدا میں صرف مشتاق اور ایک حوالدار یہ کام کرتے تھے۔ شروع کا کھانا پانی سخت پہرے داروں کے سامنے سے ہوتا ہوا بھٹو صاحب تک پہنچتا۔ دراصل جیل میں کسی بھی قیدی کے کھانے کو جیل حکام سے ہو کر ہی گزرنا پڑتا ہے۔ مگر بھٹو صاحب اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ کھانے میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو ان کی صحت کو نقصان پہنچائے۔ بھٹو صاحب سگار پیتے تھے اور ان کے سگار کا انتظام بھی باہر سے ہوتا تھا۔ وہ جیل میں بیٹھ کر سگار پیا کرتے تھے۔ کوٹھڑی میں سگار کا دھواں ان کی آنکھوں کو چبھتا رہتا تھا۔

جیل میں روزانہ کے لحاظ سے مشروبات کا اچھا خاصا ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا تھا۔ مگر بھٹو صاحب کا پسندیدہ مشروب صرف وہسکی ہوا کرتا تھا۔ وہ جب بھی مشروب کیلئے کہتے تو انہیں ولائتی وہسکی ہی پیش کی جاتی۔ ایک دو مرتبہ ان کیلئے شراب کی جگہ ایک گلاس شربت بھیجا گیا۔ انہوں نے اسے غصے میں واپس کر دیا تھا۔ جیل کے حکام کی ایک ترتیب ہوتی تھی جو بھٹو صاحب کے کمرے میں خاص طور پر رکھی جاتی۔ ان کے کمرے میں ہر قسم کی سہولت موجود تھی اور ان کے لئے خاص انتظامات کئے گئے تھے۔

بھٹو صاحب کی جیل کوٹھڑی میں

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ 17 مئی 1978ء کو بھٹو صاحب کو جیل میں ہوئی کوٹھڑی سے نکال کر ایک علیحدہ کوٹھڑی میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ یہ کوٹھڑی اس عمارت میں تھی جس کے چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں اور جگہ جگہ سے کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ اس عمارت کی کوٹھڑی میں بند ہو کر رہ گئے

دروازے پر دالان میں جیل وارڈر کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ انھوں نے صبح دس بجے کے قریب جیل سپرنٹنڈنٹ کو بجلی کی واپسی کا اور صحت خرابی کا احساس دلایا۔

ا۔ محض حبس والے سیل میں رکھا گیا ہے۔ ان کے سیل میں شاید اس حبس میں کسی قسم کے خاص آلات رکھے گئے تھے۔ اس سے پہلے اس حبس کو سیل سے باہر نکال دیا جائے۔ وہ سیل بے منطق اور بجلی والی بات چیت کرنے کے لیے منتخب کیا گیا تھا کہ صورت یہ تھی وہاں افسر بجلی والی جیل سے اپنی شکست بجلی پر سپرنٹنڈنٹ و ڈیوٹی افسر سے بجلی کا حال احوال سنے۔

ب۔ ان کا دو سرا اعتراض جیل وارڈر والی کوٹھڑی کے دالان میں کھڑا ہونے پر تھا۔ انھیں سے کہا کہ کوٹھڑی کی حالت ٹھیک نہیں اور اس کا ضروری ہے کہ جہاں کہیں کھڑا ہونا ہے۔

ج۔ بجلی اور پنکھے کے سوئچ اور پنکھے وغیرہ کوٹھڑی کے اندر لگائے جائیں جو دالان میں نصب تھے تاکہ بجلی سے نا روں سے لوگوں کو روشنی میں رکھے۔ انھوں نے کہا میں ہمسایہ وغیرہ ان کی کوٹھڑی میں ہونے چاہئیں اور پانی وغیرہ اور آپ (HO mO) ان کو ملیں۔

د۔ بھٹو صاحب کی کوٹھڑی کے سامنے دو۔ کمرے میں نے غسل خانے کے طور پر رکھا گیا تھا۔ ان کے دروازے پر قیدیوں نے اس کو ... ہوا دیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ دروازہ ہونا چاہئے تا کہ غسل خانہ ہوا سے محفوظ رہے اور آرام سے غسل کر سکیں اور یہ ٹھیک رہے۔

ہ۔ جیل حکام نے رات کو ایک شخص کو کوٹھڑی میں رکھا تھا۔ بھٹو صاحب نے اس کو دیکھ کر ہوش پائے ... میرے آرام میں خلل واقع ہوتے ہیں انھیں ان کا اندر رہنا نہیں چاہئے۔

17۔ بھٹو صاحب جیل سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ ان کے ان اعتراضات کو دور کیا جانا چاہئے۔ 17 مئی 1978ء کو بھٹو صاحب نے دوبارہ شام کھانا کھانے سے انکار کر دیا جب انھوں نے کہا کہ ان کے اعتراضات پر عمل نہیں ہوا۔ انھوں نے 18 مئی کی صبح سے کھانا بند کر دیا۔ اور مارشل لاء حکام نے کوئی اعتراض قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جیل سپرنٹنڈنٹ نے کوئی مناسب جواب نہ دیا۔ بھٹو صاحب نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ مسٹر یوسف ... بھٹو صاحب کے وکیل 19 مئی 1978ء کو لاہور سے جیل میں آئے۔ 20 مئی کو مسٹر یحییٰ بختیار اور غلام علی میمن بھی ان سے آکر ملے۔ ان وکلاء نے پیغام کو رسٹ بنا کر کال کیا جس پر سپرنٹنڈنٹ جیل حکام سے کہا کہ بجلی وغیرہ نظر رکھتے ہوئے بھٹو صاحب کے اعتراضات کا خیال رکھا جائے۔ 22 مئی کو مارشل لاء حکام نے جواب دیا کہ فیلڈ تعلقی کو دالان سے باہر لگیں گی اور بیٹھنے کے لیے ... اس میں رکھ دیا جائے۔ غسل خانے کے دروازے پر پردے کا انتظام کر دیا جائے۔ جیل کے حکام

صاحب کے گھر کے دروازے سے ہوتا ہوا گھر کا مطلوبہ الماری میں ہی رکھا جاتا ہے اور چونکہ علامہ صاحب کی نگاہ پہلے سے ہی ... تھی اس لئے ان ... کی ... ملاقات کے بعد شیخ علی ... میں ہو گیا کے ... وہ ... ان کے ... حل کر دیتے تھے ... دن ... دراصل ... حل ہو ... معاملات ... تمام ... 22 مئی 1978ء ... شام کو ... کر کے ... وقت ... رکھتے ہیں۔

ابتدائی ایام

بھٹو صاحب کو سنٹرل جیل راولپنڈی منتقل کیا گیا۔ جس وقت جیل میں بہت سے [illegible] لوگ بھی قید تھے جو پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے تھے یا جن پر قتل اور جرائم کے [illegible] الزامات [illegible] تھی۔ جیسے سب قیدیوں کو [illegible] ان کے [illegible] دوسری جیلوں میں منتقل کر دیا گیا [illegible] [illegible] حکام سے یہ بھی [illegible] جب تک بھٹو راولپنڈی جیل میں رہیں کوئی بھی [illegible] پیپلز پارٹی سے تعلق ہو اس جیل میں [illegible] اس [illegible] جیل [illegible] خوش تھے [illegible] جیل کو صاف کر دیا گیا ہے

ملاقاتیں۔ بھٹو صاحب سے [illegible] ملاقات [illegible] اجازت تھی۔ ان سے ملنے کیلئے سپریم کورٹ یا حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری کا اجازت نامہ ضروری تھا۔ پہلے کورٹ [illegible] سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی [illegible] احکامات پر عمل کرنے سے پہلے [illegible] ایم ایل اے کو اطلاع کرتا اور [illegible] ضرورت [illegible] پہلے [illegible] ایم ایل اے [illegible] مشورہ کیا کرتے تھے۔ حکومت کا [illegible] جب بھی کوئی [illegible] [illegible] ایم ایل اے [illegible] اطلاع [illegible] عمل [illegible] پہلے [illegible] احکام سے [illegible] تھی۔ ابتدائی [illegible] ملاقاتوں کا [illegible]

ا۔ وکلاء ۔ بھٹو صاحب کے اس کیس کی پیروی کیلئے دوست محمد اعوان، غلام علی میمن، عبدالحفیظ لکھو اور آخری دنوں میں چوہدری ... نے بھی وکالت کی۔ سپریم کورٹ نے ایک وقت میں صرف دو وکلاء کو بھٹو صاحب سے روزانہ ایک گھنٹہ ملنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ جمعہ اور تعطیلات کے دنوں میں وکلاء جیل میں نہیں آسکتے تھے۔ شروع شروع میں وکلاء کو دن کے دو سے تین بجے تک جیل میں آنے کی اجازت تھی لیکن بعد میں شام چھ سے آٹھ بجے کے دوران صرف ایک گھنٹہ کیلئے باہر ... میں بیٹھ کر بھٹو صاحب سے ملنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بھٹو صاحب سے تمام ملنے والے ملاقاتیوں کی تفصیل ضمیمہ نمبر 1 میں دی گئی ہے۔

ب۔ بیگم و بیٹی۔ ... حالت میں پھانسی کے ... قیدی سے ملاقاتیں ... جیل حکام کی مرضی پر ہفتہ میں ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے اور ایک ملاقات قانونی طور پر ... منٹ تک ہو سکتی ہے۔ بیگم بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کو ہفتہ میں الگ الگ ایک مرتبہ ملاقات کی اجازت تھی۔ یہ دونوں خواتین کراچی سے پولیس کے ایک افسر کی نگرانی میں ہوائی جہاز سے راولپنڈی لائی جاتی تھیں اور ملاقات کے بعد اگلی فلائٹ سے واپس کراچی لے جائی جاتی تھیں۔ بیگم نصرت بھٹو پہلی مرتبہ 21 مئی 1978ء کو صبح ساڑھے نو بجے جیل میں ملاقات کیلئے آئی تھیں۔ ان کی یہ ملاقات بھٹو صاحب کی کوٹھڑی میں کرسی پر بیٹھ کر دس بج کر 35 منٹ تک جاری رہی۔ اس ملاقات سے ایک دن پہلے ایس ایم ایل اے بریگیڈیئر ... ملک نے مجھے اپنے دفتر میں طلب کیا۔ وہ ایک دانشور، خوش گفتار اور نہایت شریف و نیک دل انسان ہیں۔ وہ اپنے کام میں ماہر اور قابل شخص ہیں۔ مجھے ان جیسے ... افسروں کے تحت کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اس دن مجھے بتایا کہ ہمیں بہت محتاط ہو کر رہنا ہے۔ ایک طرف ہمارے ملک کے سابق سربراہ ہیں جنہیں بدقسمتی سے ایک مقدمے میں قید کر دیا گیا ہے اور دوسری جانب موجودہ حکمران ہیں جن کو ہمارے پورے ملک کے معاملات ... ہیں ... ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ بھٹو صاحب ... یہ معاملہ تو سپریم کورٹ کا ہے۔ ہمیں تو جو ڈیوٹی دی گئی ہے اسے ادا کرنا ہے۔ لیکن مجھے انہوں نے نصیحت کی کہ ... مجھے ... قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اگلے دن بیگم نصرت بھٹو صاحبہ مسٹر بھٹو سے ملنے آرہی ہیں وہ ... بھٹو صاحب اور ان ... کے قانون کے ... سے پیش آنا ہے۔ ... کی صحت کیلئے ... ہوگا۔

دوسرے دن بیگم بھٹو کی ملاقات سے پہلے میں نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے ان کی ملاقاتوں کے بارے میں مکمل بات چیت کی۔ میں نے ... ملاقات بھٹو صاحب کی کوٹھڑی کے اندر ہوگی۔ چونکہ ... 20 یا 30 منٹ ... ملاقاتی ... وقت ...

ہے کہ ہر روز جیل گرانی جا رہی ہے۔ ملاقات کے دوران بھٹو صاحب کو ہر طرح کی ذلت سہنی پڑتی تھی۔ وارڈر حوالدار کوٹھڑی کے اندر سے بھی گھٹ کر دیکھتا تھا میں کھڑا ہوتا ہے نہ دالان سے باہر چلا جاتا۔ ملاقات کے دوران کسی قسم کی غلط زبانی ہوئی ہو۔ بھٹو صاحب کی ہدایات پر جیل سپرنٹنڈنٹ کا کافی خوش حوالہ وصول کئے گئے ... اور قیدیوں نے مارشل لاء حکام کیس سے متعلق پابندی کے علاوہ دوسری پابندیاں بھی عائد کر دیں۔

ابتدائی ایام میں مختلف حکام کا رویہ

جیل میں ابتدائی دنوں میں مجھے ایسا لگتا تھا جیسا میں نے پہلے کبھی سوچا تک نہ تھا۔ بھٹو صاحب جیسا ایک عظیم لیڈر جیل کی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ مارشل لاء کا تمام عملہ اور قیدی سب ہی پریشان تھے۔ جیل حکام ایک دوسرے سے (You Sir) کر رہے تھے۔ تجربات حالات سے محروم کرنے کے خواہش مند تھے۔ ذہنی تشویش اور صدمے جیسے تھے۔ جن کیلئے وقتی زندگی اتنی کٹھن ہو کر ان نامساعد حالات میں گزر رہی تھی۔ یہ مختصر سے حالات کی کچھ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

شروع شروع کے ایام میں بھٹو صاحب کا رویہ

جیل میں آنے کے پہلے ہی دن صبح سویرے جب بھٹو صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی اور سپرنٹنڈنٹ جیل کوٹ لکھپت لاہور بیگم بھٹو نے کی میٹنگ کر چائے پانی لے رہے تھے تو کسی ہی بات پر ... سپرنٹنڈنٹ نے ایک کرسی اور ... سے لائے ... جا کر وہاں بیٹھ گیا۔ بھٹو صاحب اس قدر برہم ہوئے کہ اپنے سامنے بیٹھنا پسند نہ آیا اور اس کو جواب میں چلا اٹھے کہ تمہیں کس نے جرأت دی ہے کہ تم میرے سامنے کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ مجبوراً اسے اٹھ کر کھڑا ہونا پڑا۔ ... جیل حکام کو ان سے بات کرنے کی کوشش کرنی پڑی۔ اس طرح وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کی کوٹھڑی پر ہر وقت تالا لگا دیا جائے تاکہ وہ جس وقت چاہیں باہر نکل سکیں۔ ان کے اس رویے سے جیل کا عملہ ان سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ انہوں نے آتے ہی بھوک ہڑتال کر دی۔ سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے ان کو کافی سمجھایا کہ وہ بھوک ہڑتال ختم کر دیں مگر انہوں نے اس وقت تک کھانا نہ کھایا جب تک کہ ان کے مطالبات پورے نہ کر دیئے گئے۔ انہوں نے جیل حکام سے بھوک ہڑتال واپس لینے کی کافی منت سماجت کے بعد ختم کی۔

مارشل لاء حکام۔ دوسری طرف مارشل لاء حکام نے بھٹو صاحب کو جیل میں رکھنے کیلئے حفاظتی انتظامات میں کافی اضافہ کیا تھا جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ ان کی اسیری کے دوران ان کے خیالات ختم ہونے ہی والے تھے کہ مارشل لاء حکام کے مختلف ہتھکنڈے جاری رہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔ مارشل لاء حکام نے بڑی احتیاط کے ساتھ جیل کے ہر ایک ملازم کو ہدایات جاری کیں۔ اسی طرح

پولیس والوں کیلئے بھی واضح ہدایات جاری ہو گئیں کہ عمر صاحب کے فرار کے سلسلہ میں جو بھی پارٹی کی کوئی مدد کامیاب نہ ہو سکے۔ دراصل حکومت ان کے متعلق یہ کیس ٹرائل کرتے ہوئے مجرم کا سلوک روا رکھنا چاہتی تھی لیکن ان کے متعلق سب سے خطرہ ہونے کے باعث ضرورت سے کہیں زیادہ حفاظتی انتظامات کر رہی تھی۔

جیل کا نظام۔ جیل کا نظام کو اس قدر تفصیل اکھٹ سے بہتر طور سے اپنی مرضی میں اتنی فیصلے داری اور ذمہ داری کا مظاہرہ کہیں نہیں ملتا جیل کے اندر واقع ہو۔ جیل سپرنٹنڈنٹ جیل کے اندر مطلق العنانی نہیں رکھتا بلکہ مطلق سلطان کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈپٹی اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بھی یہاں کے ہوتے ہیں۔ تمام وارڈ جیل کی مخصوص ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اپنے آپ کو بڑھا سمجھ کر ہر طرح سے قید کو محسوس کرتے ہیں۔ اگر کسی بھی قیدی کا طریقہ جیل کے حکام کو پسند آئے تو اس کی بڑی پاسداری کر دی جاتی ہے۔ وہ پل بھر میں قیدی کے دوران کسی قتل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ دراصل جیل کی دیواریں اتنی اونچی ہیں کہ ہم ان کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے بدمعاش اور غنڈے یہاں آ کر سیدھے ہو جاتے ہیں اور ان کی مطابق ذرا سا بھی رہائی کے بعد کی بات کر سکتے ہیں۔ جیل کے ساتھ تعلق کے ایک سال کے دوران میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ جیل میں حفاظتی انتظامات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتے ہیں اور اگر کوئی قیدی جیل سے فرار کوشش کرے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جیل کی دیواریں اونچی ہیں، اس لیے یہ ناممکن نہیں تھا۔

عمر صاحب کی رہائی کے دوران دار شکوہ خان نے حفاظتی انتظامات اور طریقہ کار کی طرف خصوصی توجہ دی اور ہر طریقے سے بھی زیادہ سختی برتی گئی۔ جیل سپرنٹنڈنٹ جیل کا دورہ کرتا ہے۔ اسے دوران کی چابیاں دی جاتی ہیں اور اس بات کو ہوتے ہوئے کا خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ باہر نہ جا سکیں اور پیچھے بیٹھے موجود ہوں۔ شکوہ خان کے انتظامات کے مطابق جب بھی سپرنٹنڈنٹ ڈیوٹی پر آتا تو دروازہ کھلتا۔ تمام دروازوں کی چابیاں اس کے پاس ہوتی تھیں۔ تمام دروازوں پر تالے لگے ہوتے تھے۔

جیل میں ایک وارڈر جو بھی ہو، ان کی بات کی جاتی تھی۔ جو بھی قیدی ایک دن کسی کے ساتھ مطابق نہیں ہوتا اس کی وجہ سے وہ سزا کاٹتا ہے۔ ایک وارڈر جیل کے دوران مجبوراً ہو کر بھی اس کی ڈیوٹی میں کوئی غلطی نہیں کرتا۔ ان کے خلاف کوشش کی جاتی ہے۔ کسی بھی جیل کے دوران پہرہ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف جب بھی جیل کے نظام کے انتظامات کی جانچ پڑتال کرتے تو کہا جاتا کہ یہ جگہ محفوظ ہے۔ جب عمر صاحب جلد رہا ہو جائیں گے اور پھر کسی دوبارہ حکومت میں آ سکیں گے تو وقت لگے گا۔ شکوہ خان کی نگرانی میں سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جیل کا انتظام ہر حال میں پوری پابندی کے ساتھ دیا جاتا رہا۔

[illegible] کی حد تک پہنچ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] طریقے سے [illegible] ہی پڑتا تھا

شروع کے دنوں میں [illegible] صاحب [illegible] معلوم [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] حضرات [illegible] صاحب [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] اس کتاب کے اگلے صفحات میں [illegible] کروں گا۔

بیگمات کا رویہ [illegible] کرنے کی امید [illegible] تھی [illegible] جیل میں

آتیں، خاموشی متانت اور وقار کے ساتھ آتیں اور اسی طرح بھٹو صاحب بھی کوٹھڑی میں جا کر ان سے ملاقات کرتیں۔ صرف دوسری یا تیسری ملاقات کے بعد جیل سپرنٹنڈنٹ سے بیگم بھٹو اور انہوں نے کہا کہ چیئرمین صاحب کی ملاقات کے دوران مداخلت (Disturbance) نہ کی جائے۔ دراصل اس وقت کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے کافی وقت گزر جانے کے بعد وہاں کھڑے ہو کر کوٹھڑی کے اندر جھانکا تو اس حرکت پر انہوں نے برا محسوس کیا۔ بیگم بھٹو صاحبہ جب بھی جیل میں بھٹو صاحب سے ملاقات کیلئے آتیں تو کافی خوش اخلاقی کے ساتھ بات کرتے ہوئے آتیں اور بڑے باوقار طریقے کے ساتھ جاتیں۔ وہ یہ چاہتی تھیں کہ جو سہولتیں ان کیلئے تجویز کی ہوں وہ ان کو مہیا کی جائیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا ان کے رویے میں کافی تبدیلی آتی گئی خاص طور پر ان کی گرفتاری کے بعد جس میں انہوں نے اپنے سیل کی صفائی دینے سے انکار کر دیا تھا اور بھٹو صاحب سے ملاقات کرانے کیلئے جیل والوں نے انہیں واپس کر دیا تھا۔

21 جون 1978ء مس بے نظیر بھٹو اپنی والدہ کے ساتھ جیل میں آئیں۔ شاید یہ ان کا جنم دن تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک کیک لائی تھیں جسے جیل حکام نے سیکیورٹی وجوہ کی بنا پر اندر لے جانے کی اجازت نہ دی۔ بے نظیر صاحبہ نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ وہ مارشل لاء حکام سے اجازت لے کر کیک اندر لے جائیں۔ ڈپٹی نے ٹیلیفون پر مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے فوراً مارشل لاء ہیڈکوارٹر سے ٹیلیفون پر بات کر کے کیک بھٹو صاحب کے سیل میں لے جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ مس بے نظیر بھٹو اس دوران اپنی کار میں انتظار کرتی رہیں اور اجازت مل جانے پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کا شکریہ ادا کر کے سیکیورٹی وارڈ گئیں۔ اس دن وہ بھٹو صاحب کے ساتھ پانچ گھنٹے اور منٹ رہیں۔ اسی دن تقریباً ڈھائی گھنٹے بعد بیگم بھٹو بھی آ گئیں اور سب نے مل کر جیل کے سیل میں مس بے نظیر کا یوم پیدائش منایا۔ اس وقت بھٹو خاندان پر بہت برا وقت آیا ہوا تھا۔

میرا کردار۔ ایسی حالت میں جب مجھے مارشل لاء حکام کی جانب سے حفاظتی انتظامات کی ذمہ داری کا کام سونپا گیا۔ وہ کامیابی کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ہر قسم کا کریڈٹ خود لے جانے کی کوشش کرتے ہیں مگر جب حالات خراب ہو جاتے ہیں تو تمام ذمہ داری دوسروں کے کندھوں پر ڈال دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بالکل معصوم اور بے قصور ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن میں ایک سپاہی ہوں اور مجھے اپنی فرض شناسی اور وفاداری پر بے حد فخر ہے۔ بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران انتظامات کی ذمہ داری مجھ پر تھی جس کا تعلق جیل حکام سے تھا وہ پیسے سے یا جان سے۔ میں نے بھی کی ہے۔ آدمی کی عزت کرنا میں نے سیکھا ہے۔ میں نے بہت محسوس کیا لیکن بھٹو صاحب یا ان کے خاندان کے بارے میں میرا رویہ ہمیشہ دوستانہ اور ہمدردانہ رہا۔ میں نے جیل میں بھٹو صاحب کی اتنی ہی عزت کی کوشش کی جتنی ان کے ملک کا سربراہ ہونے کی صورت میں کرتا۔ مگر بھٹو صاحب کی قید کے دوران میں ایک خاص ڈسپلن اور ضابطے کے تحت اپنے فرائض سرانجام دینے کا پابند تھا۔ دراصل یہی وجہ تھی کہ بھٹو صاحب نے مجھے سب

پسند کیا۔ جب بھی میں ان کے پاس سیکیورٹی وارڈ میں گیا تو انہوں نے صحن میں کرسی پر بیٹھے ہونے کی صورت میں ہمیشہ اٹھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور اگر بستر پر لیٹے ہوئے ہوتے تو بھی مجھ سے اٹھ کر ملے۔ [illegible] لیکن انہوں نے مجھے بے حد عزت دی۔ [illegible] مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ مجھے یہ سوچ کر حیرانی محسوس ہوتی رہی کہ وہ مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہیں۔ مجھ سے انہوں نے کبھی ذکر تو نہیں کیا [illegible] بیگم نصرت بھٹو [illegible] بھٹو صاحب سے انہوں نے میرے اچھے سلوک کا ذکر ضرور کیا ہو گا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ 3 اپریل 1979ء کو انہوں نے بھٹو صاحب سے آخری ملاقات کے بعد [illegible] مجھ سے [illegible] آخری اپیل کرنے کیلئے سی ایم ایل اے جنرل ضیاء الحق سے ملنے کا کہا تھا۔ اس ضمن میں مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ہر شخص کو بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران میرے رویے کے متعلق خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔

[illegible] 19 مئی 1978ء کی شام تقریباً [illegible] بجے میں سیکیورٹی وارڈ میں انتظامات کا جائزہ لینے گیا۔ اس وقت [illegible] میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے [illegible] دروازے [illegible] کھولا [illegible] داخل ہونے کے بعد اس دروازے کو مقفل کر دیا۔ اسی طرح میں نے سیکیورٹی وارڈ کے احاطے کے دروازے [illegible] داخل ہونے کے بعد اسے بھی [illegible] مقفل کر دیا۔ [illegible] داخل ہونے کے لئے بھی [illegible] اور میں وارڈ میں داخل ہو گیا جبکہ [illegible] انتظار کرنے لگے۔

سب سے پہلے میں [illegible] کمرے میں [illegible] تھا۔ [illegible] وہاں سے میں سامنے کے کمرے [illegible] تمام [illegible] وغیرہ [illegible] کیا۔ [illegible] شروع [illegible] مجھے دو چار منٹ لگے ہوں گے۔ وہاں سے نکل کر [illegible] بعد میں [illegible] کی طرف [illegible] کہ میری نظر اچانک بھٹو صاحب پر پڑی جو ایک [illegible] کرسی پر [illegible] سلاخوں کے پیچھے بیٹھے تھے [illegible] خاموش [illegible] معلوم ہوتے۔ یہ ایک بڑا اور رقت آمیز منظر تھا۔ [illegible] دیکھ رہے تھے [illegible] سے ایک [illegible] دراصل میرے [illegible] اور میری آنکھیں چار ہوتے ہی السلام علیکم کہہ کر [illegible] آہستہ آہستہ [illegible] سلام کا جواب [illegible] اور خاموشی سے واپس چلا آیا۔

جب میں سیکورٹی وارڈ سے باہر گیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے بھٹو صاحب کو سلام
کیوں نہیں کیا؟ شاید مجھے ان کو [illegible] اس حالت میں دیکھنے کی جرأت نہیں تھی۔ میں ان کے
اس طرح لوہے کی سلاخوں کے پیچھے [illegible] بیٹھے ہوئے منظر کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ اس
دن [illegible] بھٹو صاحب کو [illegible]
[illegible] کچھ دیر بعد بھٹو صاحب نے [illegible] کو اندر بلایا اور پوچھا کہ یہ
شخص جو تھوڑی دیر پہلے [illegible] آیا تھا [illegible] جیل [illegible] کو بتایا کہ وہ مجھے جیل کا چیف
سیکورٹی سپرنٹنڈنٹ [illegible] جب وہ جیل کے [illegible] تھے اس پر بھٹو
صاحب [illegible] تقریباً دو گھنٹے بعد [illegible]
[illegible] اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کو [illegible] ان سے پوچھا [illegible] اس نے بھی وہی
جواب دیا جب [illegible] (Last night) کا وقت آیا تو ڈپٹی جیل سپرنٹنڈنٹ
چوہدری یار محمد [illegible] بھٹو صاحب نے انہیں اندر بلایا اور ان سے پوچھا کہ
جیل کا [illegible] 18 [illegible] بھٹو صاحب کو
[illegible] ڈپٹی [illegible] بھٹو صاحب کو
بتایا کہ جیل کا [illegible] بھٹو صاحب نے مزید پوچھا کہ [illegible] جیل میں کیسے
[illegible] ڈپٹی [illegible] بھٹو صاحب نے ان سے مزید پوچھا کہ یہ
شخص [illegible] ڈپٹی نے جواب
جواب دیا کہ [illegible] اس جواب پر بھٹو صاحب ڈپٹی پر [illegible]
[illegible]

بیگم بھٹو کی جیل میں ملاقات۔ 21 دسمبر 1978 کو بیگم نصرت بھٹو بھٹو صاحب سے جیل میں ملاقات
کیلئے [illegible]
[illegible]
[illegible] بیگم صاحبہ [illegible]
[illegible]
[illegible] کے ساتھ باہر
تشریف لائیں۔ [illegible]
سپرنٹنڈنٹ [illegible]
[illegible] بیگم صاحبہ [illegible]
سیکورٹی وارڈ [illegible]

ہوا جس سے بیگم کی ذہنی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تمام گفتگو کے دوران بیگم بھٹو "اضطراری" حالت میں تھیں۔ بیگم بھٹو کے ساتھ پوری پوری گفتگو کرتے رہے۔ بیگم بھٹو انہیں سمجھاتی رہیں (No Action) کا اشارہ دے دیا گیا۔ اب بیگم صاحبہ وہاں سے باہر ہو گئیں۔ جیل حکام نے بھٹو صاحب کو اس کے بعد آہستہ آہستہ بتایا۔ وہاں سے باہر والے دروازے کو کھولا گیا اور اندر والے سنتری کو باہر جانے کا اشارہ ہوا۔ بیگم صاحبہ بھٹو صاحب کے سیل میں پہنچ گئیں۔

بیگم نصرت بھٹو نے مجھے بتایا کہ آخری ملاقات کے وقت جیل پولیس کا ایک سپاہی ملاقات کی نگرانی کر رہا تھا۔ ملاقات ختم ہونے کے بعد بھٹو صاحب کے سیل کے دروازے کے نزدیک بیٹھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ وہ اپنی مستورات کے ہمراہ وہاں بیٹھ گیا۔ خیال تھا کہ ملاقات ایک گھنٹہ ہو گی۔ بیگم بھٹو نو بجکر پینتیس منٹ (9،35) سے بارہ بجکر پینتیس منٹ (12،35) دوپہر تک تین گھنٹے سیل میں رہیں۔ آخری ملاقات ہونے کی وجہ سے جیل حکام نے کچھ نہ کہا۔ جس کے بعد کہا گیا کہ ملاقات ختم کی جائے۔

ملاقات کے بعد جب بیگم صاحبہ جیل سے روانہ ہوئیں تو انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ آخری تھی۔ چالیس منٹ بعد انہیں بتایا گیا۔ چونکہ بیگم صاحبہ نے اپیل کرنے کے لئے کافی وقت لے لیا تھا اس لئے تاخیر ہو گئی۔ بعض ملاقاتوں میں بیگم صاحبہ کو وقت ختم ہونے کے بعد بھی روک لیا گیا تھا۔

بھٹو صاحب پنڈی جیل میں رہنے کے وقت 17 مئی 1978ء سے 3 اپریل 1979ء کے دوران بیگم نصرت بھٹو صاحبہ اس دوران ان کے سیل میں ملاقات کے لئے گئیں۔ ان ملاقاتوں میں انہوں نے ایک سو دس گھنٹے اور بیس منٹ (110،20 گھنٹے) اپنا قیمتی وقت بھٹو صاحب کے ساتھ ان کے سیل میں گزارا۔

محترمہ بینظیر کی ملاقاتیں۔ بیگم بھٹو کی طرح محترمہ بینظیر بھٹو بھی راولپنڈی جیل میں اپنے والد کی معیت میں رہی ہیں۔ بیگم بھٹو راولپنڈی لائی جاتی تھیں اور ملاقات کے بعد واپس کراچی لے جائی جاتی تھیں۔ ان کی ملاقات کا طریقہ تقریباً بیگم بھٹو جیسا ہی ہوتا تھا۔ بینظیر کی ملاقات کے دوران بھٹو صاحب کو خاموش رہنے کا مشورہ دیا گیا۔ جو باتیں وہ کرنا چاہتے تھے ان کو لکھ کر دیا جاتا تھا۔ ان ملاقاتوں کے دوران وہ ان کے سیل کے باہر بیٹھے رہتے تھے۔ جیل ریکارڈ صرف یہی ہوتا تھا کہ ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے دوران کافی دیر تک صرف کاغذ کے اوراق پلٹنے کی آواز سنائی دیتی اور مکمل خاموشی رہتی۔ اگر بھٹو صاحب کچھ کہنا چاہتے تو انہیں کہا جاتا کہ لکھ کر دیں۔ ملاقات کے ختم ہونے پر جیل کی خاموشی بھٹو صاحب کے سیل سے

باہر نکل گئے تھے۔

شروع شروع کی دوسری یا تیسری ملاقات کے دوران اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مجید [illegible] نے بھٹو صاحب کے سیل کے اندر [illegible] تاکہ بتا دیا جائے کہ جب وقت ختم ہو گیا ہے اور ملاقات کو ختم کریں۔ اس نے دیکھا کہ بھٹو بھی [illegible] چارپائی پر دراز ہیں اور ان کے [illegible] ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ملاقات کے بعد محترمہ بیگم بھٹو سپرنٹنڈنٹ جیل کے دفتر میں آئیں اور انہوں نے بڑی ناخوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ [illegible] کا اظہار کرنا چاہیے ہماری ملاقات کے دوران سیل [illegible] صاحب کی خلوت (Privacy) میں مداخلت کی جائے۔ انہوں نے [illegible] کے بعد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ نے پوری تفصیل بتائی کہ محترمہ بیگم [illegible] کی اصل وجہ [illegible] تھی۔ [illegible] اظہار کیا۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ لوگ بھی تو بھٹو صاحب سے جب ملیں، کوئی بات کرنا چاہیں تو ان کو اشارے سے [illegible] محترمہ بیگم [illegible] نہیں لا سکتیں [illegible] اور آپ بھی [illegible] کان میں سرگوشیوں کا ایک طریقہ موجود ہے۔ بہرحال جیل حکام میں یہ موضوع [illegible] ختم ہو گیا۔

محترمہ بیگم [illegible] بھی بھٹو صاحب کے ساتھ [illegible] جیل میں ملاقاتوں اور [illegible] کے ساتھ [illegible] (106-15 گھنٹے) سیل میں گزارے۔

ایک ناخوشگوار واقعہ۔ بھٹو صاحب کے راولپنڈی جیل منتقل ہو جانے کے چند دن بعد جیل انتظامیہ کو اطلاع ملی کہ بھٹو صاحب اپنے سیل میں ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس [illegible] کا مسودہ [illegible] جیل میں [illegible] ہے۔ مجھے اور سپرنٹنڈنٹ جیل کو حکم ملا کہ تمام ملاقاتیوں کی [illegible] محترمہ بیگم کے آتے جاتے تلاشی لی جائے۔ [illegible] کا شروع میں خیال تھا کہ [illegible] تلاشی [illegible] اس حکم کے نفاذ کے بعد محترمہ بیگم [illegible] راولپنڈی جیل میں بھٹو صاحب سے ملنے آئیں۔ ان کے پاس ایک کالی بھاری بیگ تھا۔ جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] کہ ان کا سامان ان سے [illegible] دفتر کے اندر [illegible] تاکہ اس میں کیا ہے۔ جونہی محترمہ بیگم [illegible] میں پولیس [illegible] کے مطابق [illegible] محترمہ بیگم بھی [illegible] ہو گئیں اور کہا "بیوقوف! تم میرے بیگ کی تلاشی کیوں لے رہے ہو؟"

You Idiot! Why you are searching my Bag!

اسے بڑی بحالت کے بعد اسی سے [illegible] "غلیظ چور، بے ضمیر لوگ۔ وہ چوروں کی طرح رات کے اندھیرے میں آئے۔ ٹینک اور توپیں اپنے ساتھ لائے اور بحری قزاقوں کی طرح رات کو قانونی اور جمہوری وزیر اعظم کا تختہ الٹ دیا وغیرہ وغیرہ۔"

Bloody thieves. Unscrupulous people they came like thieves in the darkness of the night. they brought tanks and guns like pirates at night and over threw the legal and democratic Prime Minister.

یہ ٹیپ [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] گیا۔ بیگم بھٹو کی [illegible] اندر جانے [illegible] بھٹو صاحب سے ملاقات [illegible] کے متعلق بتا دیا گیا [illegible] ملاقات کیلئے جانے دیا جائے اور بغیر ملاقات واپس کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ بیگم بھٹو [illegible] کے پرس (Purse) کی بھی تلاشی لینے کا فیصلہ ہو گیا۔

میرے خیال میں جون 1978ء کا آخری ہفتہ تھا کہ بیگم بھٹو ملاقات کیلئے تشریف لائیں۔ جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] بیگ کو کھول کر دیکھنا [illegible] تھا۔ بیگم صاحبہ [illegible] بھٹو صاحب [illegible] اور خوش اخلاقی سے [illegible] "بیگم صاحبہ حکومت سے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کی ملاقات سے پہلے اور بعد آپ کے سامان کی تلاشی لی جائے" بیگم بھٹو [illegible] "تم [illegible] تلاشی لے لو" جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] تلاشی کا [illegible] بیگم صاحبہ نے تلاشی دینے سے صاف انکار کر دیا۔ [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ کے [illegible] چلے گئے [illegible] بیگم بھٹو [illegible] صاحب سے ملے بغیر [illegible] گئیں۔

جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] بیگم بھٹو [illegible] کے ساتھ لایا تھا [illegible] بیگم بھٹو کی ملاقات [illegible] بیگم بھٹو اور [illegible] بھٹو [illegible] کی ملاقات [illegible] گزر رہے۔

اس کے بعد [illegible] بیگم بھٹو کو بتایا کہ حکومت نے ان کی ملاقات کی اجازت نہیں دی اور وہ واپس جا سکتی ہیں۔ بیگم بھٹو [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] چونکہ [illegible]

گئے۔ ان سے لمبی سو جیل سے اوپر نکلی جاتی ہیں۔ اس پر بیگم بھٹو طیش میں آ گئیں اور انہوں نے ان سے کہا کہ تمہیں اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ اور اسی غصے میں ان کی گفتگو میں سپرنٹنڈنٹ جیل یار محمد کی کہ بیگم بھٹو صاحبہ نے "بلڈی ڈاگ، ڈیم، سکاؤنڈرل وغیرہ وغیرہ"

"Bloody Dog, Damn, [illegible] [illegible], Etc., etc."

بھٹو صاحب اپنے سیل میں تھے جب یہ ہو رہا تھا۔ بعد میں انہوں نے پوچھا کہ ان کی بیگم صاحبہ کیوں نہیں آئیں مگر انہیں کچھ نہیں بتایا گیا۔ انہیں بعد میں معلوم ہوا تو انہوں نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو اپنے سیل میں بلایا اور ان پر بہت برہم ہوئے۔ انہوں نے یار محمد صاحب کو بتایا کہ ان کی بیگم کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی اور اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ انہوں نے اسے کہا کہ میرے ساتھ چار لاکھ پیپلز پارٹی کے کارکن ایک اشارے پر مرنے کے لیے تیار ہیں۔ یار محمد کالی ورن خاموش اور منتظر رہے۔

اس واقعے سے قبل رول بھٹو صاحب نے مجھ سے بھی اس کا ذکر کیا تھا اور بتایا کہ سپرنٹنڈنٹ نے مسعود کے متعلق الزام لگانے والے کرنل کے متعلق بتایا کہ اسے کرنل نے تمام ہدایات دے رکھی تھیں [illegible] جس پر انہوں نے اپنی [illegible] کا [illegible] ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ "[illegible]" [illegible] آ رہے ہیں"۔

بھٹو صاحب کے ساتھ میری پہلی ملاقات۔ بھٹو صاحب کے راولپنڈی جیل منتقل ہونے ہی مجھے ان سے ملنے کا شوق پیدا ہوا لیکن چند وجوہات کی بنا پر ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ [illegible] 17 مئی 1978 [illegible] ان سے ملنے کی [illegible]۔ پھر جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں 19 مئی کو دوپہر کے [illegible] ان سے ملنے کی پہلی [illegible] [illegible] جیل میں [illegible] [illegible] بھٹو صاحب کے [illegible] [illegible] جیل کے [illegible] [illegible] میری [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] گاردوں کو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے مطابق [illegible] تبدیل کر سکوں) تاکہ بھٹو صاحب سے [illegible] جیل کا [illegible] [illegible] بیگم بھٹو صاحبہ [illegible] مجھے [illegible] میں کافی وقت لیا۔

پہلے چند ہفتوں کے دوران جب تک میں بھٹو صاحب سے ملا تھا [illegible]
بڑی [illegible] شاید جب بھی بھٹو صاحب [illegible] جیل کے [illegible]
[illegible] بھٹو صاحب [illegible] کرنل [illegible]
[illegible] اور میں بھٹو صاحب سے ملاقات [illegible]
جیل کے [illegible] بھٹو صاحب
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] بھٹو صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] بھٹو صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (Reserved Stale) [illegible]
[illegible]
[illegible]

مشقتی کو چائے کیلئے کہا تو انہوں نے اسے آواز دی کہ میرے لئے بھی چائے لاؤ۔ ہم نے چائے تقریباً خاموشی سے نوش کی۔ میں نے جان بوجھ کر ان سے کسی قسم کا نہ پوچھا کہ کب گئے اور تو کہ آیا انہوں نے کسی کام کیلئے کہا ہو یا وہ میرے قید میں ہونے کا فائدہ اٹھاتا ہو گا۔ ایک با اصول اور منکسر انسان ہونے کی وجہ سے محمود صاحب بھی ان چیزوں کو پسند نہ کرتے تھے۔ چائے کے بعد اجازت لینے سے پہلے میں نے ان سے کہا کہ شاید آپ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہوں لیکن انہوں نے انکار کیا کہ نہیں کوئی خاص نہیں۔ میں نے ان سے جانے کیلئے اجازت چاہی اور انہوں نے فوجی طریقے سے سلام کیا۔ وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور کہنے لگے کہ آپ بھی کبھی ضرور چکر لگایا کریں۔ میں نے جواب میں کہا کہ جناب میں ضرور حاضر ہوا کروں گا اور پھر میں جیل کی عمارت سے باہر آ گیا۔

مجھے محمود صاحب سے ملاقات سے متعلق کئی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ شروع شروع میں جب بھی ایس ایم ایل اے نے مجھ سے ان کے متعلق پوچھا تو میں نے یہی بتایا کہ میں جیل کی اور جا کر ان سے بھی نہیں ملا اور صرف جیل والوں کے "سب اچھا" کی رپورٹ پر آپ کو اس قسم کی رپورٹ دے رہا ہوں۔ ایک دن میں نے ان سے کہا "جناب معاملات خراب ہیں کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ آیا محمود صاحب جیسی شخصیت جیل میں ہوں تو کسی قسم کی "سب اچھا" رپورٹ ہی کو بھی آپ کو ہر روز "All OK" رپورٹ دیتا رہوں"۔ اس دن مجھے ایس ایم ایل اے نے کہا کہ تمہیں بھی ان کا خیال رکھنا چاہئے اور ان سے ضرور ملتے رہنا چاہئے۔ اس دن کے بعد چونکہ مجھے ایک ٹیلی فون مل گیا تھا جس سے جیل والوں اور محمود صاحب سے شروع ہی سے رابطہ رہا اور جب ضرورت ہوئی استعمال کیا جیسے محمود صاحب سے ملنے پر جیل والوں کی ہدایت ہے کہ مجھے مارشل لاء حکام کی طرف سے ان سے ملنے یا کسی خاص بات چیت کا حکم ہو۔

میری بعد کی ملاقاتیں۔ میری شروع شروع کی ملاقاتوں کے دوران محمود صاحب کافی محتاط رہا کرتے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ میں شاید جس مارشل لاء صاحب کا حکم ہوں تو ان کی ہر بات جنرل صاحب تک پہنچاتا ہوں گا۔ لیکن میں نے ان کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ میرے جنرل صاحب کے ساتھ ایسے کوئی تعلقات نہیں۔ بہرحال ان کو کافی دیر تک یہ شک ضرور رہا کہ جب تک کہ ہم آپس میں بہت بے تکلف ہو گئے۔ میں جب کبھی جیل وارڈ میں محمود صاحب سے ملنے گیا تو ان کی بہت تعظیم کی۔ اگر میں وردی میں ہوتا جو بہت کم موقعوں پر ہوتا تو میں ان کو فوجی طریقے سے سلام کرتا۔ اگر سادہ لباس میں یا شام کو کھیلوں کی حالت میں ہوتا تو بھی مروجہ طور طریقے کے مطابق ان کو سلام کرتا۔ حتیٰ کہ جب ہم بے تکلف ہو گئے تو بھی میں نے ان سے کبھی بدتمیزی یا ایسے لہجے میں کبھی بات چیت نہیں کی۔ میں آخر تک ان کی بے حد عزت و احترام کرتا رہا کیونکہ ان کی شخصیت سے مجھے بے حد متاثر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا ان کے ساتھ ملنا ہوتا تو بالکل ایسا تھا جیسا کہ ملک کے وزیر اعظم سے ہوتا ہے میں ایک معمولی افسر۔ ان کی شخصیت

نہیں سکتا تھا۔ وہ موضوع بدل دیتے۔ وہ دوسرے اسیروں کو بہت سے [illegible] ہوتے ہیں کہ وہ اسی
طرح واپس لے آتے کہ مجھے تعجب ہوتا تھا۔ کبھی کبھی وہ کسی بات میں بہت جوش دلا دیتے [illegible]
دلاتے۔ بعض اوقات وہ بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بات کرتے اور آہستہ آہستہ خاموش ہو جاتے۔ مجھے کئی بار ایسا لگا کہ
صاحب اتنی گہری سوچ میں [illegible] آپ [illegible] ان کی بیوی بچے [illegible] گا۔ اور مجھے بہت
سے [illegible] رہے۔ جب کبھی وہ اکیلے ہوتے [illegible] کی طرف [illegible] کر جاتے۔
شروع شروع کے دنوں میں ان سے ایسے رویے [illegible] عجیب سے لگے اور میں سمجھتا تھا کہ شاید مجھے وہ
نفسیاتی طور پر [illegible] (Exp:on) کر رہے ہیں۔
لیکن بعد میں مجھے محسوس ہوا کہ یہ جیل میں تنہائی وغیرہ کا اثر ہے۔ ایسے اوقات میں ان سے کئی پہلو
ایسے تھے جو میں نے [illegible] اس کتاب میں ان باتوں کو جگہ نہیں دے رہا۔

ان ملاقاتوں کے دوران بھٹو صاحب نے ملکی اور بین الاقوامی حالات پر بھی روشنی ڈالی [illegible] کی
[illegible] شخصیات کی [illegible]۔ ان موضوعات پر میں اس کتاب میں بھٹو صاحب کی [illegible]
[illegible] باب میں اظہار خیال کروں گا۔ [illegible]
ہیں۔

مسوڑھوں اور دانتوں کی تکلیف: راولپنڈی جیل میں اسیری کے دوران بھٹو صاحب کے مسوڑھے اور
دانت کافی تکلیف دیتے رہے۔ کبھی کبھی ان کے مسوڑھے سوج جاتے یا ورم ہو جاتا اور ان سے خون
رسنے لگتا۔ [illegible] ([illegible]) [illegible] (Gingivitis) کہا
کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے [illegible] موجود ہوتا تھا۔ اگست
1978ء میں تکلیف زیادہ ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے ڈینٹل سرجن کو بلانے کے لئے کہا۔ ان
دنوں [illegible] جیل [illegible] مجھے بتایا کہ بھٹو صاحب کے مسوڑھوں اور
دانتوں میں سخت تکلیف ہے [illegible]۔ [illegible] ایم ایل اے کو حالات سے
آگاہ کیا۔ (بریگیڈیئر خواجہ راحت لطیف [illegible] 1978ء [illegible] ایم
[illegible]) بریگیڈیئر خواجہ
راحت لطیف (بعد میں میجر جنرل) [illegible] ڈینٹل
سرجن کو پنڈی جیل میں بھٹو صاحب کے علاج کے لئے بھیجا۔ [illegible] میجر محمد حنیف خٹک کو راولپنڈی جیل
بھیجا گیا۔ وہ ایک [illegible] ڈینٹل سرجن تھے۔ وہ 26 اگست 1978ء کو پنڈی جیل میں آئے
اور [illegible] بھٹو صاحب کے [illegible] بھٹو صاحب کو ان کے علاج سے پورا
[illegible]۔ میجر حنیف خٹک [illegible] مجھے بتایا کہ بھٹو صاحب [illegible]
(Acute Gingivitis) [illegible]۔ چند دنوں بعد [illegible]

صاحب نے مجھے میجر محمد حنیف خٹک کیلئے تجویز کیا۔ لیکن حکام نے ان کو وہاں [illegible] بھٹو صاحب کے علاج کیلئے اجازت نہ دی اور مجھے بتایا گیا کہ آئندہ کوئی فوجی ڈاکٹر بھٹو صاحب کے علاج کیلئے نہیں بلایا جائے گا۔ دوسری دفعہ بھٹو صاحب نے میجر محمد حنیف خٹک کیلئے کہا۔ میرے دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ بھٹو صاحب کو بتا دیا جائے کہ وہ جیل میں کہیں اور سے تبدیل ہو گیا ہے۔ حالانکہ میجر محمد حنیف خٹک بعد میں ریٹائرڈ کرنل ہوئے اور اس وقت سے راولپنڈی ملٹری ہسپتال میں ہی کام کرتے رہے اور دل کے عارضہ کی وجہ سے انگلینڈ میں جون 1990ء میں انتقال کر گئے۔

بھٹو صاحب کے دانتوں کی تکلیف رہی وہ [illegible] ڈاکٹر طارق محمود اور ڈاکٹر رشید راولپنڈی ہسپتال سے بلائے گئے وہ ان کا علاج ستمبر 1978ء میں کرتے رہے۔ بعد میں ڈاکٹر ظفر نیازی صاحب کو جیل سے رہائی کی اجازت ملی۔ 24 اور 27 دسمبر 1978ء کو جیل میں بھٹو صاحب کے دانتوں وغیرہ کا علاج کیا۔ حکومت نے ڈاکٹر ظفر نیازی کا بھٹو صاحب سے تعلق [illegible] ڈاکٹر محمد سلیم چیمہ کو جو کہ پرنسپل ڈی مونٹ مورنسی کالج آف ڈینٹسٹری لاہور

Principal De-Montmorency College of Dentistry Lahore

تھے بلایا۔ [illegible] دونوں ڈاکٹر صاحبان اکٹھے بھٹو صاحب کا علاج ان کے سیل میں کیا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ دونوں ڈاکٹر صاحبان ذاتی طور پر ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ بہرحال انہوں نے مختلف اوقات میں 3 دسمبر 1978ء سے 3 فروری 1979ء کے دوران بھٹو صاحب کا چار دفعہ علاج کیا۔

19 جنوری 1979ء کو ڈاکٹر [illegible] بریگیڈیئر [illegible] (Pathologist) کی ملٹری ہسپتال راولپنڈی سے تشریف لائے اور انہوں نے بھٹو صاحب کے خون کا نمونہ لیا۔ 3 فروری 1979ء کے دن [illegible] اور ڈاکٹر چیمہ بھٹو صاحب کے علاج کیلئے جیل میں آئے۔ علاج کے بعد ڈاکٹر چیمہ صاحب جنرل شاہ رفیع عالم ڈی آئی [illegible] سے ملنے گئے۔ میں اس وقت جنرل صاحب کے ساتھ ان کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے گفتگو کے دوران جنرل صاحب کو بتایا کہ [illegible] مرض کے علاوہ [illegible] بھی ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ [illegible] بھٹو صاحب کے خون میں ایک بیماری کی تلاش کر رہے [illegible] تو تحقیق کیلئے بھٹو صاحب کو باہر لے جایا جا سکے۔ جنرل شاہ رفیع عالم صاحب نے ان [illegible] تحقیق والا [illegible] کی اجازت نہیں دی جائے گی اور بھٹو صاحب کے خون کا تجزیہ [illegible] لیبارٹری سے کرایا جائے گا جس [illegible] رسائی نہ ہو سکے گی۔

بہرحال بھٹو صاحب کے مسوڑھوں کی بیماری آخر تک رہی اور آخری رات (3-4 اپریل 1979ء) جب بھٹو صاحب کو ان کی پھانسی کی خبر سنا دی گئی تو انہوں نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو کہا

مطالبات کے ساتھ یہ مطالبہ بھی دیا کہ ان کے مسوڑھے بہت خراب ہیں۔ ڈاکٹر ظفر نیازی کو اور ان سے علاج کروانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ اس تکلیف سے نجات پا سکیں۔ پوری تفصیل میری کتاب کے باب "آخری ملاقات" میں لکھی گئی ہے۔

عید مبارک باد۔ حال میں دو دفعہ عیدوں کے موقعوں پر 111 بریگیڈ کی پلٹنوں کے کمانڈنگ آفیسرز میں آتی رہا اس جائز پریزیڈنٹ کو عید مبارک کہا کرتے تھے۔ یہ غالباً شاید ستمبر 1978ء کے پہلے ہفتے میں آئی کے موقع پر میں اپنی بیگم کے ساتھ آرمی ہاؤس میں صدر صاحب اور بیگم صاحبہ کو عید مبارک کہنے گیا۔ واپسی پر ہم راولپنڈی جیل کے پاس سے گزر رہے تھے کہ میری بیگم نے بھٹو صاحب کے متعلق پوچھا اور کہا کہ کیا ہم ابھی جا کر ان کو بھی عید مبارک کہہ سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا ممکن نہیں ہے اور وہ کیوں مجھے ان سے ملوا سکتی ہیں۔ وہ کہنے لگیں کہ تم اکیلے تو جا سکو گے۔ تو ان کو ہم سب کی طرف سے عید مبارک کہنا۔

میں نے جواب میں کہا "آج تو میں بہت مصروف ہوں کل صبح جیل کے اندر جاؤں گا شاید ملاقات ہو سکے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ "جب بھی جاؤ بھٹو صاحب کو عید مبارک کہنا کیونکہ عید والے دن "عید مبارک" کہنے سے زیادہ خوشی اور کون سی ہو سکتی ہے"۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ان کی طرف سے بھی بھٹو صاحب کو عید مبارک کے ساتھ ان کی نیک خواہشات بھی پہنچا دی جائیں۔

بیگم صاحبہ کو گھر چھوڑنے کے بعد میں عید کے دن کی مصروفیات کے بعد جیل گیا۔ بھٹو صاحب جیل میں کمرے کے اندر خاموشی سے بیٹھے تھے۔ اس دن کے حوالے سے بہت فکرمند تھے۔ میں نے ان کو عید مبارک کی تو مسکرا دیے اور میرا شکریہ ادا کیا۔ عید کی وجہ سے ہر طرف خاموشی تھی اور باہر والے لوگ بھی اپنے مکان کو چلے گئے تھے۔ میں نے بھٹو صاحب کو مختصراً بتایا کہ میں اور میری بیگم جب تھوڑی دیر پہلے ساتھ والی سڑک سے گزر رہے تھے تو وہ چاہتی تھیں کہ ہم دونوں یہاں آکر آپ کو عید مبارک کہیں لیکن ایسا ممکن نہ تھا۔ بہرحال ان کی طرف سے بھی آپ عید مبارک اور نیک تمنائیں قبول کیجئے۔ بھٹو صاحب کچھ جذباتی سے ہو کر بولے کہ "میں آپ کی بیگم کا بہت مشکور ہوں" اور انہوں نے بھی جواباً عید مبارک اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ اس موقع کے بعد بھٹو صاحب نے کئی دفعہ مجھ سے پوچھا کہ میری بیگم صاحبہ کا کیا حال ہے اور ہمیشہ نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

مشقتی۔ جیل کے قیدیوں میں سے جو کہ پابند تھا بھٹو صاحب کو ان کے کام کاج کیلئے نوکر کے طور پر ایک قیدی دیا گیا تھا جسے جیل کی زبان میں مشقتی کہا جاتا ہے۔ ابتدائی ایام میں ایک قتل کے جھگڑے کی وجہ سے کورٹ مارشل میں سزا ہوئی تھی اور چونکہ جیل میں وہ اپنی قید کاٹ رہا تھا۔ جیل حکام نے بھٹو صاحب کے ساتھ مشقتی کے طور پر کام کرنے کیلئے مامور کیا۔ بیگم بھٹو کیلئے بھٹو صاحب سے ملاقات کیلئے جب پنڈی جیل آئیں اور اس مشقتی سے چائے وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی تو بیگم صاحبہ نے اس سے

چیت کیا جس میں انہوں نے مرے وقت تحریر کی تصدیق ہوگئی۔ بیگم بھٹو سے ان کے بیٹی کے متعلق سوال جواب ہوئے۔ اس مشقتی سے خفا ہو کر ڈپٹی سے معافی لی گئی جس کی وجہ سے وہ بھی جیل میں ہی کلاس ہوئے۔ شاید بیگم بھٹو کو شک ہوا ہو کہ ان کے سامنے بھٹو صاحب کی تحریر وغیرہ بیچنے کی کام پر لگا ہوگا۔ دو وقت کے بعد بیگم صاحب سے خاندان نے بیان دیا کہ مشقتی نے کہا ہے اور بھٹو صاحب کے ساتھ وکلاء کے طور پر کام کرنے کے لیے بیچے ہوئے نہیں ہے۔ جیل والوں سے اس کا سامنا کرایا گیا تو اس پر جاری ہوا تھا۔ ویسے بھی میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس مشقتی کا تعلق جیل کے حکام سے کبھی نہیں تھا۔ بہرحال جلد ہی اس کی تبدیلی عمل میں آئی اسے بدل دیا گیا۔ دوسرا مشقتی جو جیل والوں نے اس کام کے لیے چنا وہ بھی خاص طور پر قتل کی سزا میں جیل میں قید کاٹ رہا تھا۔ یہ مشقتی بھٹو صاحب کی خدمت کے دوران ان کے ساتھ کافی بے تکلف ہو گیا۔ وہ کال کوٹھڑی میں ان کے خلاف صرف باتیں ہی کرتا تھا بلکہ وہ شراب وغیرہ پینے والا تھا جن کی استعمال کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ اس کو یہاں سے باہر کسی کے تحت کام پر لگایا جائے گا۔ یہ شخص جیل کی سزا کے چند دنوں میں اس کے گھر کام کی بدولت ان کی قید میں معاف ہو سکی۔ جیل میں یہ بات عام ہوئی اسے ہی مشقت کام پر لگایا گیا۔ اس کے بعد بھٹو صاحب کی خدمت اور دوسرے کاموں کے لیے ایک اور عام سا مشقتی جس کا نام عبدالرحمان تھا، پولیس کے ذریعے خصوصی طور پر لایا گیا تھا۔ اس مشقتی نے بھٹو صاحب کی خوب خدمت کی۔ وہ ان کے ساتھ آخری وقت تک رہا۔ وہ بھٹو صاحب کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ وہ رات بھر ان کی وارڈ میں بھٹو صاحب کی دل جوئی کرتا تھا۔ بھٹو صاحب کو جب 3-4 اپریل 1979ء کی رات پھانسی کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو اس شخص کے ہاتھ سے وہ آخری چیزیں تھیں جو بھٹو صاحب کے اسباب میں تھیں۔ اس کی تفصیلات اس باب کے آخری صفحات پر آئیں گی۔

بحر کیف۔ بھٹو صاحب جب سنٹرل جیل لاہور سے راولپنڈی جیل میں منتقل کیے گئے تو وہ کی اسیری کے دوران انہوں نے صرف ایک بار بتایا کہ اگست 1978ء میں انہوں نے جیل حکام سے کام کیلئے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی گاڑی میں ایک وقت کو جس کا سامان لایا جانے کے لئے دوران وغیرہ کی صفائی کا سامان منگوایا گیا تھا، جس پر وہ کافی ناراض ہوئے۔ وہاں تو ہمیں نہیں بھٹو صاحب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ایک سو روپے انہیں دیے کہ وہ اس کے بچوں کے لیے ہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ بھٹو صاحب نے ان سے کہا کہ ”ہم غریب پاکستانیوں میں سے ایک ہیں اور میری تو شاید جان ہی آپ لوگوں کیلئے قربان ہو گی۔ یہ ایک معمولی رقم ہے جو آپ کے بچوں کے کھانے کیلئے ہے۔“ اس پر اس نے وہ رقم آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ قبول کر لی۔

بھٹو وارڈ میں جب بھٹو صاحب کے سپرنٹنڈنٹ وارڈ میں آنے سے پہلے ان کے سیل میں ایک صوفہ رکھا ہوا تھا۔ کرسی کی بھی کمی نہ تھی۔ جس میں کبھی نماز پڑھتے تھے۔ ان کے سیل میں آخری دن قرآن مجید کا

[illegible]

بہت آگے نکل گئی۔

[illegible] 1979ء میں [illegible]

[illegible]

پاکستان میں [illegible] موجود ہیں۔

[illegible] 1978ء [illegible]

[illegible] 1977ء میں [illegible] خواب میں دیکھا [illegible]

[illegible]

مزید احتیاطیں

جونہی بھٹو صاحب نے موت کی سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی، ضیاء کی حکومت نے ان کو راولپنڈی منتقل کرنے اور پنڈی جیل میں رکھنے پر سوچ بچار شروع کر دی۔ شروع شروع میں ڈی ایم ایل اور ہیڈ کوارٹرز نے اس کام کو تفصیل سے جائزہ لیا اور بھٹو صاحب کو جیل میں رکھنے کا منصوبہ بنایا۔ پھر آئی ایس آئی نے اس کام کو سنبھال لیا۔ میں نے اس کتاب کے شروع میں تفصیل بیان کر دی ہے کہ کوتاہی وہ لوگ کس طرح تحریری رپورٹیں تیار کرتے تاکہ بھٹو صاحب بے خبری میں ڈرائے جائیں۔ اس کا سبب یہ تھا مقصود ان کو جیل میں رکھتے ہوئے حفاظتی انتظامات کو پوری طرح بہتر رکھنا تھا کہ کسی بھی صورت میں ان کو جیل سے باہر نکالنے کی کوشش نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ کسی طرح بھی ان کا وقت ختم کیا جا سکے۔ اس ایک شخص کیلئے جیل خانہ جات پولیس اور فوج کی اتنی بڑی تعداد مہیا کر دی گئی اور ان کے مضبوط و ممکن انتظامات کئے گئے کہ کوئی بڑا قیدیوں کے لئے تھے چونکہ میں تمام سیکورٹی انتظامات پر مجھے کنٹرول دیا گیا اور ان کی حفاظت پر تعینات کیا گیا تھا لئے مجھے بھٹو صاحب کے پاس ہی گھنٹے رہنا ہوتا۔ کسی بھی مسئلے پر بالائی تسلی کیلئے جواب دہی کرنی پڑتی تھی۔ میں تقریباً ایک سال تک ان کی آخری سانس کے ساتھ ساتھ رہا اور جاگتا رہا۔

غیر معمولی احتیاطیں ۔ جیل کے اندر قریب ہی سنتریوں، واچ ٹاورز لگانے اور عمارت کے لائٹ، وائرلیس اور دوسرے سامان آلات وغیرہ کے علاوہ ان دونوں تعیناتیوں کا بھی تعین کیا گیا تھا

[illegible]

ا۔ سرنگ کے ذریعے فرار: [illegible]

[illegible]

ب۔ عوامی حملہ: Mob Attack [illegible]

[illegible]

ج۔ کمانڈو قسم کا اچانک حملہ: [illegible] 25 [illegible] 30 [illegible]

[illegible]

جگہ رکھی جاتی تھیں۔ ریڈار کا کوئی اہلکار کسی وقت دروازوں میں لگی ہوئی کھڑکی کو استعمال کرتا تھا اور آہنی دروازے ہر وقت بند رہتے تھے۔ علاوہ ازیں ڈیوٹی سے ہر طرف پر ایک اور آہنی گیٹ بھی تھا جس کو ہر وقت سنتری کی نگرانی میں مقفل رکھا جاتا۔ سڑک سے جیل کی طرف آنے والی کسی بھی گاڑی کو کسی بھی حالت میں روک دیا جاتا جب تک سنتری گاڑی کی تلاشی لے کر اطمینان نہیں کر لیتا اور مقصد معلوم کرنے کے بعد گاڑی سے دو میٹر دور کھڑے ہو کر پوری طرح سامنے دیکھ لیتا۔ اس طرح کوئی بھی گاڑی جیل کے اندر داخل نہ ہو سکتی تھی جب تک ڈیوٹی افسر سے اجازت حاصل نہ کر لی جاتی۔ یہ تمام احتیاطیں اس خدشہ کے پیش نظر جاری تھیں کہ کہیں کوئی خود کش گاڑی بارود (Explosive) سے بھری ہوئی ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں بارود والی گاڑی دروازے کے سامنے ٹکرا کر پوری ڈیوٹی کو دھماکے سے اڑا دیتی اور جیل کے اندر تک کمانڈوز کے پہنچنے میں مدد کرتی۔ احتیاط سے حملے کے مقاصد پورے کرنے کا امکان ختم ہو جاتا۔

ان احتیاطوں کے علاوہ جیل کی دیوار کے اوپر مورچے تھے اور رات کو سرچ لائٹس نصب تھیں جن پر ہر وقت سنتری متعین رہتے تاکہ کسی بھی قسم کی کوئی بھی مشکوک حرکت نظر آنے پر فوراً جواب دیا جا سکے۔ اس کے علاوہ جیل کی دیوار اور اس کے باہر کے علاقے کو اس طرح صاف رکھا گیا تھا کہ دور سے ہی ہر شخص اس جگہ پہنچ سکتے تھے۔

27 جواب کے حوالے جیل کے اندر علاقے میں مقیم تھے۔ ان کی حفاظت کیلئے اس علاقے سے باہر کی سڑک پر لگے ہوئے صدر دروازے کو اچھی طرح سے مضبوط (Cover) کیا گیا تھا تاکہ کوئی شخص دیوار کی دوسری طرف سے حملہ نہ کر سکے اور جیل کے کسی بھی حصے میں داخل نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں جیل اور اس علاقے کے درمیان جیل کی دیوار کو بچانے کیلئے خاص قسم کی رکاوٹیں وغیرہ بھی بندوبست کیا گیا تھا تاکہ کسی حالت میں اندر سے سیکورٹی والے علاقے یا جیل کے کسی بھی دوسرے حصے میں فوری پہنچ سکیں۔

دہشت گردی کے حملے کے ساتھ ساتھ ہوائی حملے کے ساتھ ساتھ ہوائی حملے کی اطلاع کا امکان بھی تھا جس کے متعلق بھی فکرمند تھے۔ سیکورٹی فورس کے تحت ہوائی جہازوں کو گرانے والی توپیں بھی جیل میں متعین کر دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ جیل کے اندر اور باہر اس طرح سے سب کی نظر میں رکھی گئی تھیں کہ کوئی ہوائی جہاز جیل کے قریب پہنچے۔ پی آئی اے کا ایک پرانا جہاز بھی جیل کے احاطے میں کھڑا تھا کہ کوئی ہائی جیکر اس کے ذریعے جیل کی عمارت پر آ کر اترے یا جیل کے اوپر سے اڑ کر جیل کو گرا دے۔ مخصوص حصوں میں لگی ہوئی بندوقیں جیل کی سطح سے اوپر ہوتی۔ لیکن دونوں جانب توپیں نصب تھیں جو جیل کے حالات کو دیکھتے ہوئے فائر کرنے کے لیے تیار رہتیں۔ شاید ہی کسی کو اس کا یقین تھا کہ کوئی اس قدر غلطی سے یہاں

ا۔ سوائے بعد کو چند شعروں پر ... دیا جاتا جو عدالت وغیرہ کیلئے اچھا خاصا مواد ہو سکتا تھا۔ ان مواقع سے متعلقہ پالیسی بروقت تبدیل کر دی گئی تھی۔

بھٹو کی ... کو جیل میں دوسری جگہوں میں منتقل ... ہو رہی تھیں۔ سوال جواب ... کیلئے وغیرہ سے ... کے لحاظ بھی لاحق تھے جس سے سختی اور دوسرے حوالوں تھوڑی ... کیلئے ہوش نہ جاتے تھے۔ ایسی حالت میں ... اور جیل عملے کے ... کی ... سوچ بچار کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں ... بھی تیار کر دی گئی تھی۔

ب۔ بھٹو ... کے متعلق پہلے ہی سوچ لیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ 3 ... بھٹو ... کی صورت میں ... دی گئی تھی۔ 3 ... ... کے حفاظت ... بھیجی گئی تھی اور اس کی ایک ... صورت میں ... ہدایت دی گئی۔

ج۔ ... بھٹو صاحب کی بیگم صاحبہ ... ہیں۔ وہ بھی ابتدائی جیل میں ان سے ملنے آتی تھیں۔ ... بھی ... تھیں ... بھٹو صاحب اپنی بیگم ... جیل سے ... بیگم بھٹو صاحب کے چہرے ... ان کے ... جیل میں ... ۔ ... بھٹو صاحب کے ساتھ ... بھٹو صاحب ... ۔ ... ان کی بیگم صاحبہ ... جیل ... تھا۔

د۔ ... بھٹو ... کسی اہم شخص کی ... حالیہ ... گئے تھے۔ چونکہ ... جیل کے مختلف حصوں میں ... کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح ... سے کسی خاص ... بھٹو صاحب کی ... ایک خاص ... سوچ لیا گیا تھا۔

ح۔ ... بھٹو صاحب جیل میں ... کی ... میں لگے ہوئے تھے ... میرے ... کی گئی تھی۔ شروع شروع میں ... محسوس کیا کہ ... ہے ...

طرح تحمل بھی میں نے پانچ سال ایس ایس جی میں سات سال کمانڈ کی اور اس میں خاصا وقت امریکی اسپیشل فورس کے ساتھ بھی گزارا تھا۔ اس لئے مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا ٹیلیفون ٹیپ ہو رہا ہے۔ میں نے بیگم کو بھی بتا دیا تھا کہ کسی قسم کی بات ٹیلیفون پر نہ کی جائے۔ ایک دن جب میں گاڑی میں باہر نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ میرے گھر پر بھی کڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ ہم بہت محتاط ہو گئے۔ اور میرے بیٹے نے دوستوں سے بھی جو اس وقت آئی ایس آئی اور آئی بی میں ڈیوٹی کر رہے تھے، میری پارٹی بازی اور کارروائی شروع کر دی اور مجھ سے ملاقات کا سلسلہ جاری کر دیا۔ مجھے پتہ تھا کہ چونکہ میں ایک فوجی کی طرح جا رہا ہوں اس لئے خود سمجھتا ہوں کہ میری نگرانی ہو رہی ہے تاکہ میرے اور کوئی معاملہ طے نہ ہو۔ ہم لوگ اس حالت میں اپنی تمام آزادی کھو بیٹھے اور میری حالت بھی ایک قیدی کی طرح ہو گئی تھی۔ میں نے اپنی بیگم کو بتا دیا تھا کہ کوئی شخص بجلی یا ٹیلیفون وغیرہ ٹھیک کرنے والے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک میں خود گھر پر موجود نہ ہوں تاکہ کسی قسم کا کوئی آلہ ٹیپ وغیرہ ہمارے گھر نصب نہ کر دیا جائے۔ میں نے ویسے بھی اپنے گھر کی اینٹی ٹیپنگ (Anti Bugging) کروا لی۔

۵۔ بھٹو صاحب کو جیل سے نکالنے کیلئے میرا ہونا ضروری تھا

عوام کو یہ اندیشہ تھا کہ میں خود یا پی ایم ایل سے ملی بھگت اور افسر بھٹو صاحب کو جیل سے کسی منصوبے کے تحت بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر باہر نکال دے۔ لیکن یہ علم جاری کیا گیا کہ جب تک سیکورٹی کے حوالے سے سی ایم ایل اے اور ڈی سی ایم ایل اے تینوں حاضر نہ ہوں، بھٹو صاحب کو اچانک جیل سے نہیں نکالا جائے گا۔ ایک چھوٹے بڑے پیمانے کے حملے سے بچانے کیلئے بھٹو صاحب کو بچانے کی ذمہ داری ایس ایس جی کی تھی، مجھے مل جائیں گے لیکن انہیں اچانک جیل سے کسی اور جگہ منتقل کرنے کے لئے میرا ہونا ضروری تھا۔ البتہ اگر جیل میں آگ لگ جائے یا اسی قسم کی کوئی ہنگامی صورت پیدا ہو جائے تو ہم کم سے کم دو افسر حاضر ہوں گے اور مجھے تیسرے کی طرف سے ٹیلیفون کے ذریعے حکم دیا جائے گا کہ بھٹو صاحب کو فلاں جگہ منتقل کر دیا جائے۔ ان جگہوں کا "کوڈ نام" پلان میں تشخیص کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر حکام بالا سے کسی کو ٹیلیفون کیا جاتا ہے اور مجھے ٹیلیفون پر بھٹو صاحب کو کسی اور جگہ منتقل کرنے کا کہا جائے تو بھی ایسی صورت میں مجھے ٹیلیفون پر دینے کے لئے کوڈ ورڈ کی ہدایات کر دی گئی تھیں۔ مجھے یہ بھی صاف صاف بتا دیا گیا تھا کہ

حکم کی مناسب ترتیب (Proper Chain of Command)

کسی بھی ایس ایم ایل اے اور ڈی سی ایم ایل اے سے علاوہ اس معاملے میں کسی اور کا حکم ہرگز نہیں مانا جائے گا اور کوئی بھی حیثیت یا اہمیت نہ رکھتا۔ ایک دفعہ مجھے ڈی سی ایم ایل اے نے طلب کیا اور بھٹو صاحب نے مجھے بتایا کہ کسی پارٹی ممبر نے پی ایل او (PLO) سے ہتھیار لے لئے ہیں جس سے گڑبڑ پیدا کر سکتا ہے

کہ وہ بھٹو صاحب کو جب چاہیں جیل سے نکال کر پاکستان سے باہر لے جا سکتے ہیں۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ اگر یہ لوگ اس قابل ہوتے تو آج اس ملک سے کہیں اور بیٹھے ہوتے۔ بہرحال مجھ سے انکی کوشش کو ناکام بنانے کے متعلق سوال جواب کئے گئے اور وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

ی۔ تمہاری قیمت کیا ہے؟ ایک دن کا ذکر ہے کہ جب میں ڈی ایم ایل اے کے طور پر جنرل [illegible] عام سے مجھ سے انگریزی میں پوچھا۔ Rao What is your price ? (راؤ تمہاری کیا قیمت ہے؟) چونکہ انہوں نے مجھ سے یہ سوال اچانک پوچھا تھا اس لئے میں سمجھ نہ سکا۔ میں نے وضاحت چاہی کہ جناب آپ کا کیا مطلب ہے؟ تب انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھے بتایا کہ فلاں بریگیڈیئر جو انٹیلی جنس سروس گروپ میں نوکری کر رہے ہیں بھٹو فیملی سے مل چکے ہیں ان سے ایک بہت بڑی رقم دینے کا وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ وہ بھٹو صاحب کو جیل سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ رقم [illegible] ملین (Million) تھی۔ میں نے جنرل صاحب کو بتایا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے اس کا ہر قسم سے تحفظ ہے اور جہاں تک حفاظتی انتظامات کی ضرورت ہے وہ بھی ہو رہی ہیں۔ اس سے مجھے اس معاملے میں [illegible] عشائی [illegible] سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔

ک۔ ناکام ہوئی پلاننگ: حکومت عوام کے گھیراؤ جلاؤ وغیرہ سے متعلق کافی متفکر تھی۔ جیل میں اچانک گھس کر بھٹو صاحب کی رہائی کا بھی خدشہ تھا۔ ایسی ناگہانی صورت میں ان کو کسی اور جگہ منتقل کرنے کا انتظام کیا گیا۔

اچانک اور ناگہانی صورت میں اگر پنجاب کا علاقہ اور راستے پُر خطر ہوتے تو بھٹو صاحب کو 27 پنجاب ملٹری پولیس کے ذریعے سیدھا ان کے مخصوص ٹھکانے پر پہنچایا جاتا۔ حفاظت کا بندوبست کر لیا گیا تھا۔ اس کیلئے کوڈ ورڈ "سعید کے گھر" کا مقرر کیا گیا (ان دنوں میجر ذکی کمانڈر تھے۔)

اگر پنجاب یا بلوچستان کا علاقہ کسی وجہ سے غیر محفوظ ہوتا تو بھٹو صاحب کو سندھ کے علاقے میں 3 ایف ایف رجمنٹ کے کیمپ میں رکھا جاتا۔ جس کیلئے "یعقوب کے گھر" کا کوڈ مقرر کیا گیا تھا۔

اگر مندرجہ بالا دونوں راستے خطرناک ہوتے تو بھٹو صاحب کو "[illegible]" پر جیل سے نکال کر ہیڈ کوارٹر میں پہنچا کر منتقل کر دیا جاتا۔

اس ناگہانی پلان پر عمل کرنے کیلئے تیاری مکمل کر لی گئی تھی۔ منتخب جوان گاڑیاں اور ہتھیار وغیرہ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ایسی ناگہانی حالت میں [illegible] کے عملہ اور دوسرا سامان بھی فراہم کر دیا گیا۔ دراصل بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران شروع سے آخر تک احتیاطوں اور حفاظتوں کا سلسلہ جاری رہا اور بندوبست کیا گیا کہ ان کو فرار نہ کرایا جا سکے حتیٰ کہ ان کو پھانسی دے دی گئی۔

دو قیدیوں کا جیل سے فرار۔ سیکورٹی وارڈ کی حفاظت کیلئے تو بہتری احتیاطی عمل میں لائی گئیں مگر ملتان جیل کی حالت وہی رہتی ہو جو عام حالات میں ہوا کرتی ہے۔ دسمبر 1978ء کی ایک رات دو قیدی جن میں سے ایک آزاد کشمیر اور دوسرا ضلع راولپنڈی سے تعلق رکھتا تھا، ملتان جیل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اگلے دن جب جیل کے دروازے کھلے تو مجھے پتہ چلا جیل کے عملے کو خاموش اور فکرمند پایا۔ میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا۔ میں سیکورٹی وارڈ گیا اور بھٹو صاحب کو معلوم ہوا پایا۔ کچھ دیر بعد مشقتی نے انہیں ناشتہ دیا۔ ناشتے کے بعد میں واپس اپنے دفتر گیا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ رات دو قیدی جیل سے فرار ہو گئے ہیں۔ میں نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ دو قیدی جیل کے مشرقی حصے کی دیوار پر سے پانی کے پائپ کے ذریعے نکل کر فرار ہو گئے ہیں۔ میں نے جا کر اس جگہ کا معائنہ بھی کیا۔ آیا کہ یہ آدمی کیسے اس پائپ سے نکل سکتا ہے۔ بہرحال جیل حکام نے کسی کو اس میں سے نکلنے دیا۔ ان قیدیوں کو بعد میں سیکورٹی وارڈ سے ہٹا دیا گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ دو قیدی جیل کی دیوار پھلانگ کر شمال مشرقی سمت سے نکل بھاگے اور غالباً وہ شمالی علاقہ جات کی طرف چلے گئے۔

اگلے روز یہ خبر اخبارات میں چھپی۔ یہ خبر پڑھ کر کافی تشویش لاحق ہوئی۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ جیل کے اندر سیکورٹی انتظامات کے باوجود قیدی بھاگنے میں کس طرح کامیاب ہوئے۔ میں نے جیل کے اندر کی سیکورٹی کی تفصیل بتائی اور یہ بھی بتایا کہ جہاں تک سیکورٹی وارڈ کا تعلق ہے وہاں کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے۔ جیل سے فرار ہونے والوں کا سیکورٹی وارڈ سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ جیل سے متعلق ہر پولیس افسر یہ سمجھتا ہے کہ جیل کے اندر سیکورٹی وارڈ محفوظ ہے۔

جیل حکام نے کافی کوشش کی کہ قیدیوں کو پکڑا جائے مگر ناکامی ہوئی۔ بہرحال جیل کے اندر مزید انتظامات کر دیئے گئے تاکہ کوئی قیدی بھاگنے کی جرأت نہ کرے۔

بھٹو صاحب کی باتیں

میں تیسرے باب "ابتدائی دور" میں "میری بھٹو کی ملاقاتیں" کے عنوان میں لکھ چکا ہوں کہ بھٹو صاحب کے ان انکشافات کا جو انہوں نے میرے ساتھ کی ملاقاتوں کے دوران باتوں باتوں میں کئے ذکر کروں گا۔ جیل زندگی کے دوران مجھے جو لمحات سب سے زیادہ قیمتی محسوس ہوتے تھے بھٹو صاحب کی باتیں سننے والے لمحات۔ ان باتوں میں کہاں تک بھٹو صاحب نے صاف گوئی سے کام لیا یا ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے وہ کر گئے اس کے متعلق میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ فیصلہ پڑھنے والے کو خود کرنا ہو گا۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہے میں ان کی باتوں کو ریکارڈ پر لا رہا ہوں تاکہ میری طرح تمام پڑھنے والے بھی ان کی باتوں سے مستفید ہو سکیں۔ اسیری کے دوران وہ میرے ساتھ ہمیشہ انگریزی زبان میں بات چیت کیا کرتے اور میں بھی حتی الامکان ان کے ساتھ اسی زبان میں گفتگو کرتا۔ ان کے انکشافات مندرجہ ذیل تھے۔

پاکستان اور ایٹمی طاقت۔ بھٹو صاحب نے پنڈی جیل میں مجھ سے اس موضوع پر چند مرتبہ گفتگو کی۔

روس نے مرتبہ اصولوں سے پاکستان ہندوستان کا مسئلہ حل کروانے میں کیا کہ [illegible] کوشش کی کہ پاکستان ہندوستان میں [illegible] کہ وہ افغانستان بھارت کا [illegible] تھی۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے تقریباً تیس سالوں میں حکومت ہندوستان نے کبھی پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور اس وقت سے ہندو حکومت پاکستان کو ختم کرنے کے در پے رہی ہے۔ اور جب کبھی تیسری دنیا کے ممالک میں جھگڑے اٹھتے ہیں تو بد قسمتی سے بڑی بڑی طاقتیں ملک دشمن عناصر کا ساتھ دیتی ہیں۔ یہ طاقتیں سامراج کی بیخ خالصہ کرتی رہتی ہیں۔ ہندو کا مقصد یہ ہے کہ [illegible] سے طاقت کے ساتھ روس کی مدد [illegible] سے ساتھ زبردستی بد قسمتی سے ہمارے وسائل ہندوستان سے بہت کم ہیں اور ہم فنی مہارت کی برابری کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے بلکہ ہندوستان وسائل، صنعت، دولت، مال اور فنی لحاظ سے روز بروز ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جنگ ہمارے وسائل کا تناسب [illegible] برقرار رکھنے میں بھی مشکلات سے دوچار ہیں۔
1974ء میں ہندوستان نے ایٹمی دھماکہ کر کے ایٹمی ٹیکنالوجی میں دنیا کی صف اول کی اقوام میں مقام حاصل کر لیا ہے۔ وہ مشرقی پاکستان کو ہم سے زبردستی الگ کر کے ہم پر واضح کر رہا ہے کہ اب بھی ہم کمزور ہوئے ہم پر (Walk Over) کرنے میں اپنا [illegible] کوشش کرے گا اور اس طرح تمام [illegible] کو [illegible] دے گا۔ اسے [illegible] ایٹمی طاقت (Nuclear Deterrence) کے حصول میں [illegible] اہم [illegible] ہے رہنے پر مجبور کرے گا۔ اگر جغرافیائی اور فوجی حکمت عملی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پاکستان ایٹمی طاقتوں میں گھرا ہوا ہے۔ ہم روس، چین، ہندوستان اور امریکہ [illegible] میں سب سے بڑی ایٹمی طاقت ہے میں محصور ہیں۔ اس علاقے میں [illegible] ملک کے [illegible] سے دوستانہ تعلقات ہیں باقی سب ہمارے خلاف ہیں اور [illegible] حالات میں کسی [illegible] ساتھ نہیں ہیں گے۔
بھٹو صاحب نے فرمایا "میں پاکستان کو اس قابل بنانے میں [illegible] کامیاب ہو چکا تھا۔ بھارت تو مخالفت کرتا ہی تھی کیونکہ [illegible] مقاصد [illegible] کے ساتھ مغربی ممالک اور روس کے حلیفوں نے بھی [illegible] کی۔ شروع میں امریکہ نے مجھے [illegible] کہ [illegible] جاتے ہو [illegible] جب قوم اور ملک کی خاطر اپنے مشن پر [illegible] اور [illegible] اس دوست ملک [illegible] اپنی [illegible] کیسنجر نے [illegible] آخری [illegible] اور صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تم [illegible] تمہیں [illegible] دنیا [illegible] دیں گے کہ اس قسم کی جرأت (Venture) کا [illegible] سوچ بھی نہ سکے اور [illegible] آپ کے [illegible] (بھٹو [illegible] طرف اشارہ کرتے ہوئے) [illegible]
ایک اور موقع پر بھٹو صاحب نے [illegible] پاکستان اور عالم اسلام [illegible] مجبوری [illegible] وجہ سے [illegible] ایک [illegible] الفاظ میں کہا کہ (مسٹر بھٹو) پاکستان کو [illegible] عظمت اور قومی عزت

(Glory and self respect) کے احساس سے محروم ہیں میں انہیں لوٹا سکتا۔ اگر مجھے تھوڑا سا وقت اور مل جاتا تو میں اس مشکل مرحلہ کو عبور کر لیتا کیونکہ مجھے اپنے آپ پر فخر ہے اور ایک نہ ایک دن ہماری قوم کو احساس ہو گا۔ انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا کہ ملک میں ہر شخص کو عقل ہونا چاہئے۔ مگر ان جرنیلوں میں نہ تو ہمت، دور بینی اور قوم پرستی تھی۔ کیونکہ سب سے پہلے تو یہ عقل کے اندھے ہو جائیں۔ ایک دو منٹ سوچنے کے بعد کہنے لگے "... اگر ... تو اس وقت یہاں تمام حکومتیں زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتیں۔" پھر کچھ خاموشی کے بعد کہنے لگے "... جب امریکیوں کا منظور نظر ہے لیکن جب انہوں نے ... اس پر توجہ دی تو اس کا انجام بھی وہی ہو گا جو میری طرح کے سارے ایشیائی لیڈروں کا ہوا کرتا ہے"۔

بھٹو صاحب سے ملاقات میں مختلف اوقات پر پاکستان امریکہ تعلقات پر بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ... امریکی حکومت پر بہت زیادہ دباؤ ... عالم اسلام اور خاص کر پاکستان کا امریکہ کبھی بھی خیر خواہ نہیں ہو گا اور کسی بھی مستقل قومی مفاد کو تسلیم نہیں کرے گا۔

بھٹو صاحب کا پاکستانی قوم کیلئے سب سے بڑا تحفہ۔ ایک ملاقات کے دوران میرے پوچھنے پر بھٹو صاحب نے فرمایا کہ پاکستانی قوم کیلئے ایک بڑا کام یہ تھا کہ انہوں نے قوم کو سیاسی بیداری (Political Awareness) سے ہمکنار کیا۔ جس نے غریب عوام (Down Trodden) کو احساس دلایا ... کہ وہ لوگ ... اب کوئی طاقت اور غریب عوام سے ان کا حق نہیں چھین سکتی"۔ ... کہتے ہیں کہ میرا قوم کو "A" ... غریب عوام کا شعور ہے "سب سے بڑا تحفہ ہے"۔

جنرل ضیاء الحق صاحب کو چیف آف آرمی سٹاف کیسے بنایا گیا۔

جب میری بھٹو صاحب کی انڈرسٹینڈنگ (Understanding) کافی اچھی ہو گئی تو ایک دن میں نے ہمت کر کے ان سے یہ بات پوچھ لی کہ جناب آپ نے جنرل ضیاء الحق صاحب کو فوج کا سربراہ کیسے چن لیا۔ انہوں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا "کہ جنرل ٹکا خان کی سفارش تھی۔ ٹکا خان صاحب نے سفارش کی کہ ان کے بعد جنرل ضیاء الحق کو چیف بنایا جائے۔ جنرل ٹکا خان کا خیال تھا کہ جنرل ضیاء الحق ایک سیدھی قسم کا شخص ہے اور فوج کا سربراہ ہونے کے بعد بھی نمازوں وغیرہ میں مشغول رہے گا اور حکومت کیلئے سیاسی معاملات میں کوئی مشکلات پیدا نہ کرے گا۔ بھٹو صاحب کے اس بیان کی صداقت اس حد تک ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے پھانسی لگنے کے کافی عرصہ بعد جنرل ٹکا خان صاحب سے ایک اخباری بیان کے مطابق یہ کہا تھا کہ انہوں نے جنرل ضیاء الحق کو فوج کا سربراہ بنانے کی مخالفت کی تھی۔

بھٹو صاحب نے اسی ملاقات کے دوران مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ جنرل عبدالمجید ملک بھی چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے کیلئے ایک موزوں شخص سمجھے گئے تھے جنرل عبدالمجید ملک ایک روشن دماغ ... مند

اور قابل جرنیل تھے لیکن بدقسمتی سے اس عہدے کو نہ پا سکے۔ حالانکہ انہوں (مسٹر بھٹو) نے کافی چاہا لیکن قسمت نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ میں نے بھٹو صاحب کو جنرل عبدالمجید ملک کے تحت ایس ایس جی (Special Service Group) میں سروس کرنے کا حال سنایا اور ان کی قیادت میں 1965ء کی جنگ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی 1971ء کی جنگ میں ان کے کارہائے نمایاں کی تفصیل بھی بیان کی تو کہنے لگے کہ وہ ایک شائستہ مزاج جرنیل ہیں اور فوج کے ایک اچھے سربراہ ثابت ہوسکتے تھے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

بھٹو صاحب کو کبھی تختہ دار پر چڑھنے کا خیال تک نہ آیا تھا۔

بھٹو صاحب اپنی زندگی کے آخری 323 دن راولپنڈی جیل میں قید رہے۔ اس دوران میرے خیال میں ان کو کبھی یہ یقین نہ آیا تھا کہ انہیں تختہ دار پر چڑھنا پڑے گا۔ ان کے وکلاء، پیپلز پارٹی کے ممبران اور جیل میں ملنے والے تقریباً تمام لوگوں نے ان سے اس مقدمے کے متعلق یہی کہا کہ یہ صرف سیاسی کھیل تماشہ ہے۔ انہیں بیرونی ممالک کے سربراہوں اور کئی دوسری شخصیات کے جنرل ضیاءالحق اور ان کی حکومت پر زور دینے کا علم بھی تھا۔ علاوہ ازیں بھٹو صاحب کے کچھ بیرونی دوستوں نے جنرل ضیاءالحق صاحب سے ان کی سلامتی کا وعدہ تک بھی لے لیا تھا جو میرے خیال میں بھٹو صاحب کے علم میں بھی لا دیا گیا تھا۔ مقدمے کی اپیل کے آخری فیصلے کے دوران جب مجھے یہ علم ہوا کہ حکومت بھٹو صاحب کو پھانسی دینے پر تلی ہوئی ہے تو میں نے ان کو اپنا خدشہ ظاہر کیا مگر انہوں نے نہایت فخریہ جواب دیا کہ یہ مقدمہ جھوٹا اور من گھڑت ہے اور ان کو یقین ہے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے مگر وہ موت کے آگے بھی سر نہیں جھکائیں گے۔ ان کے اس بہادرانہ جواب سے اس وقت میرے دل کی دھڑکن بند ہو گئی۔ جب تین اپریل 1979ء کی شام بھٹو صاحب کو سرکاری طور پر یہ بتا دیا گیا کہ ان کو آخری فیصلے کے مطابق اب پھانسی دی جا رہی ہے (پوری تفصیل باب "آخری لمحات" میں دی گئی ہے۔) تو بھٹو صاحب اس موت کے پیغام پر مسکرا رہے تھے۔ اس وقت مجھے یہ شبہ ہوا کہ شاید ان کو پھانسی دی جانے پر ایک دم سے اضطراب کی حالت میں تھا۔

چونکہ میں سب سے زیادہ ان کے قریب رہا ہوں اس لئے میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ بھٹو صاحب کو تختہ دار پر چڑھنے کا کبھی خیال تک نہ آیا تھا۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ بھٹو صاحب نے راولپنڈی جیل میں قید کے دوران مجھے یہ تاثر دیا کہ اس کیس کے متعلق وہ زیادہ فکرمند نہیں ہیں اور جب بھی میں نے ان سے اس کے متعلق کچھ کہا تو انہوں نے کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ اس کیس کے بارے میں فکرمند ہیں۔ جب ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے لگے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری عزت کرتے ہیں اور وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ میں ان کا خیر خواہ ہوں تو میں نے ان سے چند مرتبہ کہا کہ انہیں اس مقدمے کو اتنا لاپرواہی سے نہیں لینا چاہئے مگر انہوں نے

کیشن کی جواب دہ لوگ ان کا اس میں دور کا قصور نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ محب وطن سیاستدان ہیں اور معقول قسم کے لوگ ہیں لہذا انہیں اپنی خداداد قابلیت کو استعمال کرتے ہوئے اس حالت سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے مگر انہوں نے متعلقہ بحث و تکرار کی کہ وہ [illegible] میں نے ان سے کہا کہ جناب اگر آپ یہ ہدایات دیں کہ آپ ان [illegible] سے متفق [illegible] معاف کر دیں گے اور کوئی بھی [illegible] سے انحراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ لوگ آپ کو ایسے ہی چھوڑ کر اپنی مصیبت خود مول لیں گے؟ بہرحال میں نے بجائے اس کے سختی سے ان سے یہی کہا کہ انہیں کسی نہ کسی طرح سے اس حالت سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ممکن ہے میرے دلائل معقول ثابت ہو سکے ہوں۔ بہرحال انہوں نے ہی مجھے کہا کہ [illegible] قصور میں [illegible] اپنی عزت نفس کا سودا کریں۔ ممکن ہے کہ یہ راستہ اختیار کرنے سے ان کا سیاسی رویہ (Political Career) خراب ہو جاتا [illegible] کی اپنی عزت بچ جائے گی۔

کچھ شخصیات پر بھٹو صاحب کے خیالات۔ [illegible] بھٹو صاحب نے [illegible] شخصیات پر تبصرے کئے جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

ا) فیلڈ مارشل ایوب خان۔ ایک دن کہنے لگے کہ ایوب خان صاحب [illegible] اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ دراز قد، خوبصورت اور [illegible] شخصیت کے مالک تھے لیکن وہ بحران (Crisis) میں کمزور دل کے مالک تھے۔ (انہوں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے اور [illegible] انگلی کے درمیان کوئی [illegible] کا فاصلہ [illegible] یہ بات سمجھانے کی کوشش کی تھی) چونکہ بھٹو صاحب کو جیل میں [illegible] کے بارے میں [illegible] تھی۔ کہنے لگے کہ ایک دفعہ ایوب خان صاحب نے ان کو جیل میں [illegible] اور چونکہ انہیں ایک معمولی حساب بھی پیش [illegible] آپ [illegible] صاحب کے [illegible] سے [illegible] کے الزام میں [illegible] گیا تھا لیکن انہوں نے اس احسان کو یاد کرتے ہوئے ان کے [illegible] ان کی مدد کی اور [illegible] سے ان کی خلاصی کرائی تھی۔

بھٹو صاحب کو ایوب خان صاحب سے سب سے بڑا گلہ یہ تھا کہ انہوں نے [illegible] مارشل لاء [illegible] قوم اور جمہوریت پر [illegible] ان کے [illegible] اقدام [illegible] ناقابل معافی [illegible]۔

ب) ایئر مارشل اصغر خان۔ ایئر مارشل اصغر خان صاحب کو بھٹو صاحب ناپسند کرتے تھے۔ چند موقعوں پر جب بھی ایئر مارشل اصغر خان صاحب کا ذکر [illegible] میں نے محسوس کیا کہ بھٹو صاحب ان سے نفرت کرتے ہیں۔ انہوں نے اصغر خان صاحب کے متعلق ایک دو مرتبہ کہا کہ وہ ایک عام سے سیدھے سادے [illegible] سیاست کی ان کو الف ب تک کا علم نہیں۔ وہ سخت بے لچک (Rigid) انسان ہیں لہذا کبھی بھی سیاست میں کامیاب نہیں ہوں گے۔

مجھے ان دونوں حضرات کے درمیان اصل اختلاف کی کوئی خاص وجہ معلوم نہیں تھی۔ جب میں بھٹو صاحب کے ساتھ تھا اس وقت تک میں جناب اصغر خان صاحب سے کبھی نہ ملا تھا۔ بہرحال ان کی لگن، نیک نیتی اور ایمانداری کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا۔ بدقسمتی سے ان کی پارٹی "تحریک استقلال" نے بھی جب سے وجود میں آئی ہے کوئی کارنامہ نہیں کیا اور اصغر خان صاحب کے سیاسی ساتھی بھی ان کو چھوڑ جاتے رہے ہیں۔ شاید بھٹو صاحب کے کہنے کے مطابق اصغر خان صاحب کی سخت گیری بہت حد تک درست ہو کیونکہ آج کل بدقسمتی سے ہمارے سیاستدانوں نے سیاست کو ایک تجارت بنا رکھا ہے۔ جھوٹ، دغابازی، بے ایمانی اور ریاکاری وغیرہ ہماری سیاست کے ستون بن چکے ہیں۔ ہمارے سیاستدان "ماسوا چند ایک کے" جب الیکشن لڑتے ہیں تو ان کا منصب صرف یہ ہوتا ہے کہ جیتی ہوئی پارٹی میں ہوں یا چند مراعات کے بدلے اس میں شامل ہو جائیں تاکہ حکومت میں ترقی کی ہوئی۔ قوم کو جس طرح بھی پڑے تمام اقدام ہیں، اور موسم بہت چھا جانے تو بہت سے وعدے وغیرہ کر لیں۔ صاف ظاہر ہے اس طرح تو ملک اور قوم کو دوں ناہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے اصغر خان صاحب جیسا اصولی اور ایماندار شخص ایک ناکام سیاستدان ہی رہے گا اور فیصلہ نیرے تو بھی کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ انہیں کسی اور ملک اور معاشرے میں ہونا چاہیے تھا۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ شکل سے بھٹو صاحب کی ناپسندیدگی کی وجوہات کچھ اور ہیں۔

(ق) ایئر مارشل نور خان، ایک ملاقات کے دوران محمد حیات خان جو بھٹو صاحب کے پولیٹیکل ایڈوائزر صاحب تھے کے متعلق بات چیت چھڑ گئی۔ شاید اس دن کے اخبار میں حیات خان صاحب کا ذکر ہوا تھا۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ محمد حیات خان ایک پکے قسم کا شخص ہے لیکن ابھی تک اس نے مارشل لاء ہماری کے سامنے سچ آپ کو ایک حد تک قابل اعتماد شخص ثابت کیا ہے۔ اسی نشست کے دوران بھٹو صاحب نے ایئر مارشل نور خان صاحب کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے کہا نور خان بہت ہوشیار، روشن دماغ اور محب قوم انسان ہیں۔ ایئر فورس نے ایک اچھا منتظم اور قابل [illegible] لیکن وہ ایک [illegible] شہرت اور دولت کا خواہش مند انسان ہے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں ایئر مارشل نور خان صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ جب وہ پاکستان ایئر فورس کے کمانڈر انچیف تھے تو میں پشاور میں ہوا بازی سکول کی کمان کر رہا تھا۔ وہ ہوا بازی کے شوقین [illegible] دراصل وہ تمام ہوا بازوں [illegible] اور جب کبھی [illegible] جہاز کی خرابی کی صورت میں چھلانگ لگانی پڑے تو وہ خود [illegible] پیرا شوٹ وغیرہ [illegible] ان کی [illegible] چھلانگ لگانے کے دوران میں نے ایئر مارشل نور خان صاحب [illegible] اور بہادر انسان پایا۔ بھٹو صاحب کہنے لگے نور خان کو میری پارٹی میں شامل ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ نامعلوم وجوہ

نہیں بیان کر سکے۔ ان جیسی متحرک شخصیت اور عقل پر فخر کرنا میری پارٹی کی ضرورت تھی۔

د) جنرل یحییٰ خان: جب کبھی یحییٰ خان صاحب کا نام آتا بھٹو صاحب انہیں اچھے الفاظ سے یاد نہ کرتے لیکن بعد میں ایک خاص مسکراہٹ کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ جنرل یحییٰ خان ایک بہت اچھے اور شریف شخص تھے کہ شروع میں ان کا بڑا نقطۂ نظر سوچ سمجھ کر ہوتا اور اگر شراب کے نشے میں ہوتے تو [illegible] کرتے تھے۔ وہ اصل میں تھے بڑے شیطان (Dove) تھے۔ مگر وہ باتیں بھی ہوتی ہیں جن سے غصہ اور شدت کم ہو جاتی ہے۔

ر) مولانا کوثر نیازی: میری ملاقات کے دوران بھٹو صاحب مولانا کوثر نیازی صاحب سے خوش تھے۔ چند مرتبہ ان اور مولانا کوثر صاحب سے متعلق پوری [illegible] کا اظہار کیا۔ ایک دن کہنے لگے مولانا کوثر نیازی اپنا قول سے اچھا دوست ملتا ہے مگر یہ مولوی کا مسئلہ نہیں ہے۔ بھٹو صاحب کو مولویوں سے سخت نفرت تھی۔

بھٹو صاحب کی پھانسی کے کافی عرصہ بعد میری ملاقات بیگم نصرت بھٹو سے ہوئی۔ میں نے ان سے بھٹو صاحب کی بات کا ذکر کیا۔ کہنے لگے جب میں بھٹو صاحب کے پاس مشغول ہوتی اور ان کی بات سے وہ تعلق رکھنے والے لوگوں کو تصور کرتے تھے۔ جب ہم نے دیکھا کہ بھٹو صاحب اور ان کا ذکر کیا اور ایک وقت میں ان کا جو ہم دیکھتے تھے وہ بہت کم ہوتا تھا، ہم سے ولی کوشش کی کہ ان کا دور بچا سکیں۔ بڑی شہرت کے دور میں ان کے بھی کام تھا۔ میں نے چاہا کہ بیگم صاحب کو بچایا جائے اور ہمارے ساتھیوں سے سمجھایا جائے اس کے بچ جانے کی درخواست کے ساتھ بھٹو صاحب کے ساتھ [illegible] جائے۔ ہماری کوششوں کو بہت غلط سمجھا گیا اور ہماری طرح کے ساتھ سچی کوشش کو بالکل غلط تصور کیا گیا اس طرح تصادم (Confrontation) کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوری ہی ہوتی گئی تاکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

انہوں نے ساتھی لوگوں کا خیال تھا کہ میں قوم کے ساتھ مل گیا ہوں۔ انہوں نے خود محسوس کیا ہے کہ میرا ذاتی طور پر حکومت کے ساتھ تعلق سب میں بہتر کام تھا جس سے ان کی غلط فہمی کو پوری قوم کے سامنے ہر طرح سے عیاں کیا اور اس کی شکل اور تفصیل کی۔

پارٹی کی بحالی کے لئے ہم نے چاہا کہ اس کو قومی سطح پر اسی طرح رکھا جائے جیسا کہ اس کے بانی جناب ذوالفقار علی بھٹو نے رکھا ہوا تھا لیکن بدقسمتی سے جب یہ تبدیلی آ گئی تو ہم نے خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

ہ) مسٹر بے نظیر بھٹو: جناب بھٹو صاحب پاکستان میں سیاست، ملکی و غیر ملکی حالات اور اپنے کیس وغیرہ کے متعلق تو کھلی بات چیت کرتے رہتے تھے مگر انہوں نے اپنی فیملی کے متعلق بہت کم گفتگو کی۔ البتہ جب بھی مس بے نظیر کا کسی طرح ذکر ہوتا تو انہوں نے ہمیشہ ان کے متعلق ایک خاص قدردانی کے

تو اسے بیٹی بہت چاہتی تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے اگر ان کو موقع ملا تو وہ ملک پر حکومت کرے گی۔ انہیں مجھے یقین ہے کہ میری بیٹی میرے مشن کو بہتر طور پر پورا کرے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سب صلاحیتوں سے نواز ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں اور بے حد ذہین بھی ہے۔ وہ جب کہا کرتے تھے کہ بے نظیر سیاست کو سمجھتی ہے۔ وہ صلاحیت تو یقیناً رکھتی ہے جو میرے دوسرے بچوں میں نہیں۔ بالاتفاق کہو تو اس کی تہہ طالب علمی کے زمانے میں ہے۔ اسے ابھی تک سیاست سے کوئی واسطہ نہیں پڑا اور اس نے کمال حاصل کر لیا ہے تو بھٹو صاحب کی بات میری سمجھ سے بالاتر ہوا کرتی تھی۔ بہر حال میں ہمیشہ ایک باپ کے خیالات اور دل ہونہار بیٹی کے متعلق کچھ شکوک کے ساتھ سنا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میری بیٹی پاکستان کے غریب عوام (Down trodden Lot) کو ان کی منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ لے جائے گی۔ وہ مس بے نظیر کے دل اور دماغ کی صلاحیتوں (Head and Heart Qualities) کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ تو انہوں نے کہا کہ بے نظیر بھٹو پاکستان کی تاریخ میں سب سے عظیم بن جائے گی۔

مجھے بے نظیر صاحبہ کے ساتھ تنہائی میں کبھی بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ تاہم جب کبھی مس صاحبہ سے آمنا سامنا ہوتا تھا … ایک طرف۔ وہ انہیں … سمجھتا تھا مگر ان سے کبھی کسی موضوع پر گفتگو نہیں ہوئی۔ مجھے یاد نہیں کہ بھٹو صاحب نے اپنے بیٹوں کے متعلق کبھی کچھ کہا ہو۔ … بیگم صاحبہ کا … اس کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے۔ بھٹو صاحب نے اپنی دوسری بیٹی صنم کے متعلق بھی کچھ نہیں … وہ ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ … آخری شب … اپنی اولاد میں سے صرف صنم کا … آخری وقت انہیں سب سے چھوٹی بیٹی بہت یاد آئی۔

د) شاہ رضا شاہ پہلوی۔ جب شاہ رضا شاہ پہلوی کے خلاف ایران میں بہت بڑے پیمانے پر ہنگامی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا تو ان دنوں بھٹو صاحب نے دوران گفتگو میں شاہ کو بتایا تھا کہ آپ کب تک احتجاج اور تشدد … یہ بات شاہ کو پسند نہ آئی تھی۔ رضا شاہ ایرانی قوم کے ساتھ مخلص نہ تھے اور انہیں … نصیحتیں … زیادہ … سے کسی حد تک قبول کرتی ہیں تھیں۔ … سے آج کل … ایسا … صرف امریکیوں پر ہی بھروسہ کرتا ہے اور آخر کار اسی سے ہر ایک کا خود کو الگ کرنا پڑتا ہے۔ … جو اپنی قوم کے جذبات و احساسات کا خیال نہیں رکھتا ہے وہ ہمیشہ خود کو … کمزور کر دیتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ شاہ … اور ایرانی قوم بھی مشکلات سے دوچار ہو گی۔

ر) جنرل محمد اقبال سے شکوہ۔ جنرل محمد اقبال صاحب ان دنوں ڈپٹی چیف آف آرمی اسٹاف مقرر ہوئے تھے۔ ایک دن بھٹو صاحب نے باتوں باتوں میں فرمایا کہ ان کی بیگم محترمہ … صاحبہ لاہور …

حیدرآباد میں [illegible] کے دوران [illegible] ہو گئی تھی اور پنجاب میں [illegible] طاری تھی۔ جسٹس اقبال کو [illegible] اور لاہور کے [illegible] ان کی [illegible] کر لیتی جا رہی تھی۔ یہ ان کا ایک [illegible]

میں جنرل محمد اقبال سے واقف [illegible] تھی [illegible] میں [illegible] اور ان کے ساتھ مجھے [illegible] تھے۔ جنرل صاحب [illegible] میں نے ان سے ملاقات کی اور جب میں ان سے [illegible] آنے [illegible] ان سے [illegible] ہوں۔ بھٹو صاحب [illegible] صاحب سے [illegible] اور میں نے [illegible] بھٹو صاحب نے [illegible] جنرل صاحب سے [illegible]

ج) مسٹر [illegible] مجھے [illegible] تعلقات [illegible] بھٹو صاحب سے [illegible] صاحب کے تعلقات میں [illegible] تھی [illegible] ایک دن [illegible] پالیٹکس کا معاملہ ہے۔ [illegible] اس کے بعد سے بھی [illegible]

ط) مسٹر [illegible] ایک دن [illegible] کے متعلق [illegible] کے [illegible] مفادات کو [illegible] نقصان پہنچا ہے۔ کہنے لگے [illegible] ایک دن [illegible] انھیں اصولوں [illegible] بھٹو صاحب نے [illegible] کا نشانہ بنایا۔ [illegible] مسٹر [illegible] ایک دن [illegible] چند سال بعد [illegible] جب آپ [illegible] تقریبات کے دوران [illegible] بھٹو صاحب کی باتیں یاد آئیں۔

ی) جنرل ضیاء الحق۔ [illegible] جنرل ضیاء [illegible] صاحب کے متعلق [illegible] کہنے لگے جنرل ضیاء [illegible] حکومت [illegible] ہوئی۔

دو تین مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں [illegible] بھٹو صاحب کے ساتھ [illegible] میں بیٹھا تھا۔ جنرل ضیاء الحق صاحب [illegible] ان کی [illegible] کے

آگے آگے موٹر سائیکلوں پر ہوتی تھیں جو ہوٹر بجا کر ہر ایک کو خبردار کرتی جاتی تھیں کہ صدر پاکستان کی سواری گزر رہی ہے۔ اس کانوائے کے ہوٹروں کی آواز سن کر ہر دفعہ میں نے بھٹو صاحب کے چہرے پر ایک خاص غصے کی علامت دیکھی اور ان کا موڈ کافی دیر تک بگڑا ہوا رہتا۔

ک) پاک فوج کا سب سے بڑا فخر۔ ایک دن پاک بھارت جنگ 1965ء کا ذکر چھڑ گیا تو میں نے بھٹو صاحب سے پوچھا کہ جناب آپ اس وقت وزیر خارجہ تھے۔ ہمارے کمانڈر انچیف نے اس جنگ سے پہلے یہ کیوں نہ سوچا کہ ہندوستان ہماری سرحدوں پر حملہ کر دے گا۔ کہنے لگے کہ یہ خطرہ موجود تھا اور اس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا لیکن فیلڈ مارشل ایوب خان نے ایک جوائنٹ میٹنگ میں اس امکان کو رد کر دیا تھا۔ اسی دوران وہ کہنے لگے لیکن ہماری فوج نے بڑی دلیری سے کام لیا تھا۔ پھر کہنے لگے کہ جنرل اختر ملک کو کشمیر کے چھمب جوڑیاں محاذ پر روک دیا جاتا تو کشمیر میں ہندوستانی افواج کا حشر نشر کر دیتے مگر یحییٰ خان تو آپ جیسے جنرل بھی حال کو بے حال کر چکے تھے۔ 1965ء کی جنگ کا ذکر کرنے کے دوران بھٹو صاحب نے جنرل ٹکا خان کی بے حد تعریف کی۔ کہنے لگے کہ ٹکا خان ایک بہادر جرنیل تھا۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کا سالار تھا۔ وہ بہادر اور دل گردے کا مالک تھا اور فوجی سپاہی کی طرح جنگ جانتا تھا۔ اس جیسا جنرل پاکستانی فوج میں ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ پھر مسکرا کر کہنے لگے باقی سب تو جنرل رانی ہیں۔

پاکستان میں اسلامی حکومت۔ جنرل ضیاء الحق صاحب یہاں نظریاتی حکومت کی باتیں اکثر اس موضوع پر کہتے رہے لیکن انہوں نے جناب 1978ء کے آخر میں سرکاری اعلان کیا کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔ اس اعلان کے دوسرے یا تیسرے روز جب میں بھٹو صاحب سے جیل کی بارک میں ملا تو کہنے لگے کہ جنرل ضیاء تیسرا حربہ استعمال کرنے کی کوشش میں رہے گا۔ یہ اسلام کا نام اور ان کا ہر کام مولویوں کا ایجنڈا عوام کے لیے ہے۔ کیونکہ مولوی کسی اور چیز پر تو متفق ہو سکتے ہیں لیکن اسلام پر کبھی بھی ایک دوسرے سے متفق نہیں ہو سکتے۔ پھر کہنے لگے کہ یہ ایک مذاق ہے جو جنرل ضیاء عوام کے ساتھ کر رہا ہے۔ جنرل ضیاء کبھی بھی اس اعلان پر عمل نہیں کرے گا۔

آج کئی سال گزر جانے کے بعد جب کہ جنرل ضیاء صاحب اس جہاں سے رخصت ہو چکے ہیں انہوں نے اپنا مطلب نکل جانے کے بعد یاد آتا ہے کہ بھٹو صاحب کی بات کس قدر درست معلوم ہوتی ہے۔ میں نے بھٹو کو محترم دس سال تک کتابوں کی حد تک دیکھا۔ جنرل ضیاء صاحب بھی اسلام کی صرف زبانی حد تک بات کرتے تھے۔ بدقسمتی سے انہوں نے اسلام کے نام پر اپنی حکومت کو زندگی کے آخری لمحات تک طول دیا لیکن اسلامی نظام کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔ ان حضرات کا کہنا تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظام اسلام کے نفاذ میں مشکلات حائل تھیں لیکن بدقسمتی سے انہوں نے بھی اس عظیم کام کو فقط سیاسی حربہ بنا کر دوسرے سیاست دانوں کی طرح قوم کو بے وقوف بنایا۔

میرا سر پاکستان کی قسمت ہے۔

بھٹو صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے "میرا سر گیا تو پاکستان بھی ختم ہو جائے گا۔" میں نے اس فقرے کا مطلب کبھی نہ سمجھا تھا اور میں سوچتا تھا کہ بھٹو صاحب (My head Goes, Pakistan Goes) کہہ کر کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہ فقرہ کئی مرتبہ انہوں نے مختلف موقعوں پر مجھ سے کہا ہوگا۔

مجھے معلوم ہوا کہ مسٹر بھٹو نے اوپر ... 1979ء میں جنرل ضیاء الحق صاحب کے ساتھ ملاقات کی تھی تو انہوں نے بھی اس قسم کے خیالات ظاہر کئے تھے مگر ضیاء الحق صاحب نے اس خیال کو بھٹو صاحب کا وہم کہہ کر ... قرار دے دیا تھا۔

پاکستان میں آبادی کا مسئلہ۔ ایک دفعہ ہماری گفتگو کے دوران پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ بھی آیا۔ شاید اس موضوع پر ان دنوں کے اخبار میں ذکر ہوا تھا۔ میں نے جرأت کرتے ہوئے اس موضوع پر کہا کہ میرے خیال میں پاکستان کا یہ گمبھیر مسئلہ ہے۔ ہماری آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور آبادی میں یہ روز افزوں اضافہ ہمارے وسائل پر ... ہماری ترقی میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ عوام کے تقریباً تمام مصائب کی ایک بڑی وجہ ہماری آبادی میں اضافہ ہے۔ بھٹو صاحب نے مجھے بھی ان ... لوگوں میں سمجھا ... اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے ... ہماری آبادی کو کم کرنے کا ذریعہ ... خود حل ہو جائے گا۔

احمدیہ مسئلہ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب ... ایک دفعہ کہنے لگے کہ ... لوگ سمجھتے تھے کہ ہم نے پاکستان میں جو مرتبہ ... حاصل ہے۔ یعنی ہماری پالیسی ان کی مرضی کے مطابق ہے۔

انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے اب اس میں میرا کیا قصور ہے۔

ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع یہ احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے سچے ... غیر مسلم قرار دیئے جانے پر ... تو میں تو گنہگار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہی عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔

بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید ان کو عقیدہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ عقیدہ ان کے ... ہے۔

میں خود فوج کو کیسے برباد کر سکتا ہوں۔ بھٹو صاحب نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جو فوج کا معمار ہوں اسے کیسے تباہ کر سکتا ہوں۔ ان دنوں شاید فوج میں یہ پروپیگنڈا ہو رہا تھا کہ مسٹر بھٹو اس کی پرانی فوج کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے کہا کہ میں نے تو قوم اور فوج شکستہ حالت میں حاصل کی۔ مشرقی پاکستان کے الگ ہو جانے کے بعد ملک ٹوٹ چکا تھا۔ قوم اور فوج شکست خوردہ حالت میں پائی۔ میں نے سپاہیوں میں اعتماد پیدا کیا۔ قوم اور فوج میں نئی جان ڈالی۔ ان کا حوصلہ بحال کیا۔ ہمارے جنگی قیدی واپس لائے۔ ہماری فوج کی عزت بحال کی۔ اب آپ کے جرنیل کہہ رہے ہیں کہ بھٹو فوج کو برباد کرنا چاہتا تھا۔ میں اس ملک اور فوج کو بنانے والا ہوں۔ میں اسے برباد کرنے کی بات کیسے سوچ سکتا ہوں؟

ایک دن کہنے لگے مجھے پولیس کے کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہاں پاکستان میں بیٹ مین (Bat Man) کی سروس ختم کر دی گئی ہے لیکن ہمارے ہاں یہ تو آبادیاتی (Colonial) نظام جاری ہے۔ ہماری فوج میں افسران کے علاوہ جے سی او (JCO's) کو بھی یہ سہولت حاصل ہے۔ اس طرح ہمارے بہت سے سپاہی فوجی کام نہیں کر رہے بلکہ ذاتی نوکروں کا کام کر رہے ہیں۔ جو کل ایک سپاہی کی ڈیوٹی ہی کرتے ہیں۔ ہماری فوج اس سسٹم کی وجہ سے بہت سے سپاہیوں کی خدمت سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان بیٹ مینوں سے افسران تو ان کے بچے اور بیگمات تک ذاتی کام لیتے ہیں۔ بلکہ جنرل صاحبان کے گھر ان سپاہیوں سے بھرے رہتے ہیں۔ گھروں میں کام کرنے والے یہ سپاہی فوجی تربیت سے دور رہتے ہیں۔ کیسے لگے گا اگر میں یہ سروس ختم کر دوں۔ فوج میں اس کی بڑی مخالفت ہو گی۔ کہنے لگے جنرل صاحبان تو چاہتے ہیں کہ فوج کی بہتری کے لئے کام کریں لیکن اپنی مراعات ختم نہیں کریں گے۔ پھر کہنے لگے بھٹو کو ختم کرنے کی یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔

مشرقی پاکستان کا سانحہ ہی سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ مشرقی پاکستان کے سانحے پر کبھی گفتگو ہوتی تھی تو بھٹو صاحب بھی بہت افسوس کا اظہار کرتے تھے۔ کوئی خبر یا کالم چھپتا اور اس پر سوال اٹھایا جاتا کہ یحییٰ کی پالیسی کا بدلہ لیا گیا تو اس کا ذکر کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ان کا مشرقی پاکستان کے سانحے کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ ایک دفعہ کہنے لگے اگر آپ دونوں کے حق میں دوبارہ ایک ہو جائیں۔ ایک دن آپ کے طالب علم دور کے کچھ لوگوں نے A شہر کے بارے میں بتایا اور فوج میں بنگالیوں کی تعداد کم ہونے کے بارے میں لکھا کہ ان کے بس میں یہ خیال پیدا ہو گیا تو کہ حکومت میں انہیں ان کا حصہ بھی ملے گا۔ پھر فوج کا استعمال بھی غلط طریقے سے ہوا اور آخر میں ہندوستان نے موقع پا کر انہیں دولخت کرنے کا کردار ادا کیا۔ جب بھی اس موضوع پر بات ہوتی انہوں نے ہمیشہ یہ کہا کہ ان کا اس

میں ... کوئی قصور نہیں۔ ایک وقت ... سمجھتا ... فوجی حکومت سے بچے ... ان کے ... [illegible]
... مزید ... اور ... دولت کی تھی کہنے لگے کہ ایک ... [illegible]
... شکل ... تھی ... سے ... کرنے کا ... [illegible]

پاکستانی قوم ... [illegible] ... جیل ... اصولوں ... پاکستانی قوم
بہت باشعور قوم ہے۔ میں نے ان کو ... نہیں کیونکہ ان میں ... شعور اور طاقت جس ... [illegible]
ہمیشہ کوشاں ... جیل میں ... میری قوم کو کچھ پتا نہیں ہے۔ مجھے [illegible]
... پیدا ہوا ... میری قدر ... اور مجھے پوری امید [illegible]
تھی۔ ... بھٹو صاحب نے کہا کہ ... طاقت ... [illegible]
... جب ... [illegible]
محسوس کریں گی۔ ... کی قسم کے جذبات کا اظہار کیا تھا۔

نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کا کیس۔ بھٹو صاحب نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ کرنل ... [illegible]
شواہد ... کسی طرح ... کوئی تعلق نہیں۔ ... بالکل ... مجھے اس میں
خواہ مخواہ ... ——— ... کی ہے۔ ... سے ... ہوگی۔

... بھٹو صاحب ... بھٹو صاحب ... ان کے ساتھ ... [illegible]
... جب ... [illegible]
... صاحب ... [illegible]
... صاحب ... صاحب ... [illegible]
... صاحب ... [illegible]
بھٹو صاحب ... [illegible]
... جیل میں ... [illegible]
میری عزت ... کرنل ... [illegible]
... بھٹو صاحب ... [illegible]
برداشت ... [illegible]

ایک اور موقع پر ... [illegible]
... [illegible]

Colonel Rafi, it is only between the two of us.

... [illegible]

بھٹو صاحب کا بے مثال حافظہ: بھٹو صاحب کی یادداشت بے مثال تھی۔ وہ پرانی ملاقاتوں کے صحیح
حالات، وقت، موقع، محل، دن، تاریخ بلکہ واقعات کی معمولی تفصیل تک یاد رکھتے تھے اور ہر موقع کی بات
چیت حتیٰ کہ لباس اور کیا کھایا گیا، کس چیز سے شروع کیا گیا تھا، معمولی جزئیات تک ان کے ذہن میں محفوظ رہتی
تھیں۔ میں سے وہ ملاقاتیں مجھے کافی مدت سے بعد بھی یاد دلاتے تھے کہ فلاں موقع پر تم نے یہ کہا تھا۔
مثلاً پیرزادہ صاحب اگر میں نے کسی بات کی اور کسی موضوع پر بھٹو صاحب سے معمولی اختلاف
کے ساتھ بات کی تو اسی وقت مجھے ہماری پرانی بات کا حوالہ دیتے۔ ہم لوگ قوم میں اپنی ذہنی
کا استعمال کرتے ہیں آپ یادداشت ... بھٹو صاحب کے ذہن میں ہر
بات نقش ہو جاتی تھی اور وہ معمولی سے معمولی بات کو بھی یاد رکھتے تھے۔ ایسی تیز یادداشت کا مالک کوئی اور
شخص میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔

جناب پیرزادہ کی جنرل ضیاء الحق صاحب سے ملاقات: عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب بھی بھٹو صاحب
کے رفقاء میں سے ایک تھے۔ بھٹو صاحب کی پنڈی جیل میں اسیری کے شروع کے دنوں میں تو کبھی
آ جاتے تھے لیکن سپریم کورٹ سے اپیل کے مسترد ہو جانے کے بعد دو ہی مرتبہ جیل میں بھٹو صاحب سے
ملے۔ پیرزادہ صاحب 14 فروری سے 31 مارچ 1979ء تک 18 مرتبہ بھٹو صاحب سے ملنے جیل
میں آئے۔ اسی دوران تقریباً مارچ 1979ء کے وسط میں ضیاء الحق صاحب سے بھی ملے اور بھٹو صاحب
کے کیس پر ان سے تفصیلاً بات چیت کی۔ مجھے کسی نے اڑتی سی خبر دی کہ پیرزادہ صاحب نے جنرل
ضیاء الحق صاحب سے بھٹو صاحب کے متعلق درخواست کی ہے کہ اگر بھٹو صاحب کی جان بخشی
کر دی جائے تو ملک ایک بڑے بحران سے بچ جائے گا اور شاید ملک مشرقی پاکستان کی طرح
بٹ جانے ... لیکن جنرل ضیاء الحق صاحب نے ان کی اس اپیل سے اتفاق نہ کیا۔

اس خبر کے ملنے کے بعد میں نے بھٹو صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ
پیرزادہ صاحب اپنی مرضی سے جنرل ضیاء سے ملے ہیں ... اس کا یہی خیال تھا کہ
جنرل ضیاء نے ملنے سے انکار کر دیا۔

بھٹو صاحب کا ہاتھ اور ان کی زندگی کی لکیریں: میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں بطور جنٹل مین کیڈٹ تھا جب مجھے
ایک ساتھی کیڈٹ کے ذریعے دست شناسی کا شوق پیدا ہوا۔ کمیشن حاصل کرنے کے بعد میں نے اس مشغلے
کو کافی سنجیدگی سے لیا۔ بہت سی کتابیں پڑھیں، بے شمار ہاتھ بھی دیکھے۔ اب بھی جب کسی کا ہاتھ دیکھتا
ہوں تو مجھے بے حد خوشی اپنے علم و خیال کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن جب انہیں بتاتا ہوں کہ مجھے یہ علم
سے آتا ہے تو بہت سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بھی اصرار کرتے ہیں کہ میرے یا بچوں کی قسمت کے
متعلق کچھ بتاؤ۔

کافی عرصہ ہوا میں نے پامسٹری کو پیشے کے طور پر ترک کر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں کسی

کسی ہاتھ کو دیکھتے ہی چند بڑی لکیروں پر نظر ڈال لیتا تھا۔

جس دن سے عطرو صاحب کے ساتھ جیل میں ملنا شروع ہوا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ کا سلسلہ چل نکلا تو میں دست شناسی کا پرانا شائق ہو گیا تھا۔ دراصل عطرو صاحب خوب باتیں کیا کرتے تھے۔ گفتگو کے دوران ان کے ہاتھ ساتھ ساتھ ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے رہتے تھے۔ میری نظریں ان کے ہاتھ پر ہی رہتی تھیں۔ ان کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ ان کی قسمت کی لکیریں بے حد نمایاں تھیں۔ دل، دماغ اور زندگی کی لکیریں بھی کافی خوبصورت تھیں۔ اسی لیے کی وجہ سے میں ان کی زندگی کی لکیر کو بار بار دیکھتا تھا۔ یہ لکیر سب سے پہلے چند سالوں تک نمایاں ہو کر پھر ایسی ہو گئی ہے، بالکل صاف کسی خلل کے بغیر ... شروع سے کلائی تک بالکل نمایاں تھی یعنی زندگی کی لکیر کراس، جزیرے یا ستارے وغیرہ سے مبرا تھی۔ یہی نہیں بلکہ مددگار لکیر بھی موجود تھی۔ مجھے ان کے ہاتھ پر کسی حادثے یا اچانک موت کی کوئی نشانی نہیں ملی۔ اس لیے مجھے یقین ہو جاتا کہ ان کو تو تحفظ ہے لیکن پھانسی سے ان کی زندگی ختم نہیں ہو گی۔

ان کی اپیل خارج ہونے سے کچھ عرصہ پہلے ایک روز وہ بڑے خوش تھے اور ہاتھ اوپر سے ہلاتے ہوئے کہتے تھے کہ ان کی زندگی کی لکیر کو خوب اچھی طرح دیکھ رہے تھے۔ پوچھنے لگے کہ میرے ہاتھ پر کیا دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کے ہاتھ پر زندگی کی لکیر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کافی دراز ہے۔ جب میں نے ان سے کہا کہ عطرو صاحب پھانسی میں ہی مر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا ہاتھ تو اس کے خلاف کہہ رہا ہے۔ وہ مسکرائے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور مجھ سے کہا کیا آپ دست شناسی جانتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ گزشتہ سالوں میں یہ میرا مشغلہ رہا تھا لیکن آج کل اسے چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور میرا خیال تھا کہ وہ ہاتھ مجھے دکھا دیں گے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر کہنے لگے کہ میری زندگی آپ نے جو حوالہ دیا اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک کو جاتا ہے، مختلف گروہوں کا خیال صحیح ہو گا۔ چونکہ مختلف گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ انسان اپنی قسمت آپ بناتا ہے۔ میں نے اس سے انکار نہیں کیا لیکن وہ ایک طرح کی دلیل دینا چاہتے تھے کہ آپ کے ہاتھ کی لکیر تو یہ نہیں کہتی۔ عطرو صاحب نے اس موضوع پر اور بحث نہ کی بلکہ موضوع ہی بدل دیا اور کوئی اور بات چھیڑ دی۔

دست شناسی پر میں بحث نہیں کر سکتا تو میں نے ساتھ ہی ان کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنا چھوڑ دیا تھا لیکن ان لکیروں کے علم کا یقین، ماضی قریب میں بھی ایک طرح کا سوال کھڑا کر دیتا ہے۔ عطرو صاحب کی پھانسی کے بعد مجھے اس علم پر بہت شک و شبہ ہو گیا۔ میں نے کبھی اس پر نظر ڈالنا چھوڑ دیا اور ذہن میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ بہت عرصہ بعد ایک دن ہم نے ایک کتاب پڑھی، اس میں مجھے معلوم ہوا کہ بعض اوقات ہاتھ کی لکیروں سے زیادہ انسان کے کرموں پر زندگی کی لکیر منحصر ہوتی ہے۔

ہے۔ اس کے باوجود لاتعداد لوگ ان کی عزت کرتے ہیں۔ بھٹو صاحب کی پھانسی کے بعد میرا یقین پختہ ہو گیا لیکن اس دن کے بعد ہمیشہ اس شخص پر سوچنے لگا کہ کیا یہ ایک نیک انسان ہے جس کی قسمت میں شہادت کی سعادت لکھی جا چکی ہے؟ میں یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جس اخلاق سے وہ ... نے یہ لکھا ہے

"پاکستان کا اللہ ہی حافظ ہے"

سیاستدان، منتظم اور جنرل ایک شام کرنل کیمپ کی ... کے ساتھ والی ہال میں بیٹھے کے بعد سیکورٹی ... میں بھٹو صاحب کے ساتھ بیٹھا ... ان دنوں 111 بریگیڈ کی ٹیموں کے درمیان باسکٹ بال کے میچ ہو رہے تھے۔ 3 ایف ایف ... کی ٹیم جیت رہی تھی ... میں ... سے ایک اچھی ... جا رہی تھی۔ خوشی میں ... جب ... کے سامنے سے گزرے۔ بھٹو صاحب نے ... کی ... مجھ سے پوچھا یہ کون لوگ نعرے لگا رہے ہیں؟ کیا جلسہ ہو رہا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ ... ان کے ... میں بیٹھے اور ... وہ بھی ... میں ... ہے۔ یہ ... کے درمیان میچ ہو رہے ہیں اور ... ان کی جیت سے ... خوشی میں نعرے لگا رہے ہیں۔ بھٹو صاحب ... کافی دیر تک حکومت ... رہا۔

افغانستان۔ 1978ء کی ... میں افغانستان سے متعلق ... میں ... شائع ہوتا رہتا تھا۔ بھٹو صاحب ... سے ... مطالعہ کرتے تھے۔ ... سے جب بھی ... افغانستان کے متعلق ... کرتے تھے۔ جنرل ضیاء الحق صاحب کی افغان پالیسی سے ... متفق تھے۔ ... وقت ... سے شروع ہو چکی تھی ... کسی ... کے ساتھ ... تھا۔ بھٹو صاحب ایک ... سے ... کے ساتھ ... تعلقات ... اور بھٹو صاحب نے ... کر لیا ... سے ... کی حکومت ختم کر دی جاتی ... کے ... سے بہت پہلے ہی ... چکے ہو گئے۔

بھٹو صاحب کا ... کہنا تھا ... کی حکمت ... کے ساتھ ہمارے تعلقات بہت اچھے ہونے چاہئیں اور پاکستان ... کے خلاف افغانستان کی مدد نہیں کرنی چاہئے چونکہ ... وقت تک امریکی ... پاکستان سے ... افغانستان کے ... کے ساتھ شروع نہیں ہوئی تھی ... کی پالیسی کا ... پاکستان ... کا حصہ نہیں ہے ... لیکن بھٹو صاحب اس بات کو ... تھے اور ... حکومت پاکستان کی افغان

سے ساہیوال جیل میں بھٹو صاحب کی [illegible] ختم کرلی ہیں ——— اور اگر ان کا [illegible]
خلاف بڑھ جائے تو فوج کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مداخلت شروع کر دے۔ جب بھی حالات
خراب ہوں گی تو [illegible] ایسے موقعوں کی تلاش میں ہوتے ہیں اور وہ ملک و قوم کے نام پر سول
پر [illegible] مارشل لاء نافذ کر دیتے ہیں۔ دراصل یہ موقع پرستی جنرل ضیاء الحق [illegible] ہمارے
دوست امریکہ کا تحفہ ہے۔ جو پہلے ملکی حالات کو خراب کرتے رہتے ہیں اور پھر اپنی مرضی کے
ذریعوں اور مارشل لاء [illegible] لگاتے ہیں۔ کہنے لگے بدقسمتی سے ہمارے ملک کی
آدھی عمر مارشل لاء میں گزر گئی ہے۔

مسٹر بھٹو کے اپنی پارٹی کے متعلق خیالات۔ 1978ء کے دنوں میں بھٹو صاحب سے پیپلز پارٹی
کے متعلق کوئی بات [illegible] وہ [illegible] کے حوالے سے [illegible] چونکہ پارٹی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] بھٹو صاحب [illegible]
[illegible]
پیپلز پارٹی [illegible] ([illegible]) [illegible] آپ [illegible]
[illegible] (بھٹو صاحب)
راولپنڈی سے [illegible] لاہور تک [illegible]
[illegible] کہا کہ میری پارٹی [illegible]
[illegible]
[illegible] میری پارٹی میں ایک [illegible]

[illegible]

[illegible] 1979ء [illegible]

[illegible] 1979ء [illegible]

[illegible] 1979ء [illegible]

[illegible]

[illegible] 1979ء [illegible] 20 جنوری 1979ء [illegible]

کی قوت انسان سے تو سے ... کی قوت چار سو گنا ... ہے۔ یہ جانور چیونٹی کو جنگل ...
نکالنے کے کام میں بے حد کارآمد ثابت ہو سکتا ہے اور مجھے حیرت ہوئی کہ آخر وہ مجھ سے ایسی غلطی ...
سرزد ہوتے پائے۔ بہرحال میری اگلی ملاقات پر بھٹو صاحب نے میرا شکریہ ادا کیا۔

بھٹو اور میں۔ فروری 1979ء میں ایک دن عصر کے وقت میں بھٹو صاحب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا
ان میں بیٹھا گپ شپ کر رہا تھا اور باتوں باتوں میں میرے بارے میں بات چیت کرتے ہوئے فرمایا "کرنل
رفیع تم بریگیڈیئر تو ضرور ہو جاؤ گے اور ممکن ہے کہ میجر جنرل بھی بن جاؤ" پھر میرے چہرے کی طرف دیکھتے
رہے اور بولے "نہیں ... تم بہت خوبصورت ہو۔ ... بہت خوبصورت چیز ہے۔ آپ ...
... لیکن ... ذرا قوت کے ساتھ ... رہتے ہیں"

میں نے ... محسوس کی اور ... گھڑی کو دیکھا اور معافی چاہتے
ہوئے ... کہ مجھے ... ضروری کام ... میرے اٹھ جانے کے بعد بھٹو صاحب نے
میرے متعلق کیا سوچا ہوگا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ... مجھے ... اچھا ... اور ... مرتبے
سے مقدم رکھنے پر ایک خاص مسرت اور سکون ... ہوتا ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ... جس ... صاحب کے خلاف ...
تحت میں بریگیڈیئر بھی ... ترقی ... مجھے ... کرنل ہی ریٹائر ہونا
لیکن بھٹو صاحب کے ساتھ ... اپنے ... پر مقدم رکھنے پر اور ... کا ...
کس قدر ... دیکھ کر ... بھٹو صاحب نے ... یہ بڑی ... کی تھی جسے میں نے
... ٹھکرا دیا تھا۔

بھٹو صاحب کے چشمے اور میری آنکھیں۔ بھٹو صاحب کے پڑھنے والے چشموں کا فریم موٹا اور
کالے رنگ کا تھا۔ وہ پڑھتے وقت ہی عینک کا استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ... کے سیل میں
گپ شپ ... چھپنے والی ... کا ... رہے تھے اور مجھے ان ... کے
بین الاقوامی ... جارہے تھے۔ ... موضوع پر ان دنوں کے "ٹائم" رسالے نے بھی اپنے ... کا
اظہار کیا تھا۔ انہوں نے مجھے اس رسالے کو ... پڑھنے کو کہا۔ چونکہ میں اپنی پڑھنے کی عینک ساتھ نہ
لایا تھا مجھے رسالے کی عبارت پڑھنے میں دقت ہوئی۔ بھٹو صاحب نے اپنا چشمہ مجھے دیا کہ "لگا کر دیکھے
ممکن ہے ہم دونوں کی ... ایک جیسی ہو" میں نے ان کی عینک استعمال کرتے ہوئے ... محسوس کی لیکن
... کے اصرار پر ... پڑھ دیا۔ بعد میں ... ان ... حالات میں انہوں نے مجھے اپنی عینک
... میں ... ضروری ... پڑھیں۔ مجھے تجربہ ہے کہ میں نے ایک ... دی کی
عینک اور ان کی مرضی کے ... استعمال کی۔

یہ خیال۔ صوبہ سرحد کے ایک عالم دین پر بھٹو صاحب نے اپنے خیالات کچھ یوں ظاہر کئے کہ بدقسمتی سے پورا ادارہ ان کی مٹھی میں ہے۔ ان کی وفاداریاں پہلے تو سردار داؤد کے ساتھ ہیں وہ افغانستان اور روس کے ساتھ ہیں۔ صوبہ سرحد پاکستان بننے کی مخالفت کی اور بدقسمتی سے [illegible] پاکستان کے [illegible] نہیں ہوسکتے ہیں۔ [illegible] [illegible] حکومت [illegible] پاکستان کی تاریخ میں [illegible] کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

بھٹو صاحب [illegible] ایک [illegible] سے چوہدری کے مقابلے میں [illegible] کی تھی تو [illegible] تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔

مسعود محمود [illegible] اگست 1978ء میں راولپنڈی جیل [illegible] ایک دن [illegible] مسعود محمود [illegible] ایک دن [illegible] بھٹو صاحب [illegible] پاکستان [illegible] تفصیل [illegible] مجھے [illegible] آئی۔

جنرل شاہ رفیع عالم [illegible] راولپنڈی [illegible] ڈی ایم ایل اے [illegible] 24 اپریل 1979ء تک اس کے [illegible] 1967-68ء میں [illegible] جنرل شاہ رفیع عالم [illegible] بھٹو صاحب [illegible] ایک [illegible] جنرل شاہ رفیع

ڈیوٹی سے ہٹا دیے گئے ہیں اور وہ تبدیل ہو کر سیالکوٹ جا رہے ہیں اور ان کی جگہ مسٹر حسین سید سے ڈی ایم ایل اے کے فرائض سنبھال رہے ہیں۔ یہ ایک بہت اچھے اور قابل جرنیل کے کیریئر کا خاتمہ ہوگا۔

مجھے چند سال بعد اپنے فرائض کے دوران معلوم ہوا کہ انہیں فوج کے علاقے سے اس دن ایک رپورٹ آئی تھی جس کے دو صفحے میں دو جرنیلوں کے متعلق جو دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان کے تعلقات پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں اور ساتھ ہی [illegible] جنرل [illegible] کو اس شک کی اطلاع کر دی تھی۔ بہرحال بھٹو صاحب نے اپنے دل میں مجھ سے ویسی بات کر کے جنرل شاہ [illegible] صاحب کو سبکدوش کروا دیا۔

پاک چین دوستی۔ ایک دن پاک چین دوستی پر بات چلی تو بھٹو صاحب نے کہا چین ایک ایسا ملک ہے جس نے ہماری ہر مشکل گھڑی میں صدق دل سے آپ کو ہر ایک مخلص دوست ثابت کیا۔ حالانکہ دونوں ممالک میں مختلف نظام کار فرما ہیں۔ [illegible] چند سالوں کی [illegible] اور تنگ نظری کی وجہ سے [illegible] تعلقات [illegible] کی طرف سے گئے ہیں اور قراقرم کے پار کمیونزم بھی [illegible] حالات سے دوچار رہے مگر دونوں ملکوں کی قیادت نے [illegible] حالات کو ٹھیک سمجھا ہے اور ہماری دوستی کی بنیاد [illegible] استوار کی ہے۔ [illegible] مجھے [illegible] شروع سے [illegible] میں میرے آقا [illegible] کی صحت پر بڑے [illegible] تھے۔ [illegible] نے [illegible] کہا ہے کہ چین سے زیادہ کوئی ملک بھی [illegible] دوست نہیں جس سے اس دوستی کو قائم [illegible] رکھنا چاہیے۔ [illegible] موقع پر [illegible] امریکہ [illegible] کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمیں چین کی [illegible] کے ساتھ [illegible] نہیں چاہیے۔ چونکہ روس بھی ہمارے علاقے میں ایک بڑی طاقت ہے اس لئے اس کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات اچھے رہنے چاہئیں اور کسی دوسرے ملک کی خاطر ہمیں اس ملک کو [illegible] نہیں کرنا چاہیے۔ جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اس پر بھروسہ کرنا غلطی ہوگی کیونکہ وہ قوم بہت [illegible] ہے اور مسلمانوں کے دشمن ہے جو صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کا بدخواہ ہے۔

مسٹر غلام علی میمن کی ناگہانی موت۔ آخری ایام کے دوران جب میں ایک دن سیکرٹری داخلہ صاحب کو دیکھنے گیا تو ان کو بہت خاموش اور افسردہ پایا۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے مجھے بتایا کہ مسٹر غلام علی میمن کی اچانک موت ان پر بہت شدید ضرب ہوئی ہے۔ کہنے لگے غلام علی میمن بہت قابل اور ماہر قانون دان تھے انہوں نے [illegible] کے کیس کو بڑی محنت اور لگن کے ساتھ تیار کیا تھا اور شاید ان کی اچانک موت کی یہی وجہ بن گئی ہو۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سپریم کورٹ میں اپیل

نواب محمد احمد خان کے قتل کے کیس میں لاہور ہائیکورٹ نے 18 مارچ 1978ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت سنائی تھی۔ اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی تو انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ سماعت کے دوران حفاظت کے نقطہ نظر سے اپیل کے وقت کوٹ لکھپت لاہور سے ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی منتقل کر دیا جائے تاکہ سپریم کورٹ میں ان کی پیشی میں سہولت رہے جو کہ اسلام آباد میں ہے۔ سپریم کورٹ میں بھٹو صاحب [illegible] کو لانے لے جانے کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ بھٹو صاحب کو [illegible] گاڑی میں پولیس کی بھاری گارد کے ساتھ جیل سے سپریم کورٹ لے جایا جائے گا۔ اس گاڑی کے آگے اور پیچھے دو پولیس کی گاڑیاں ہوں گی۔ ان گاڑیوں کیلئے مندرجہ ذیل راستے مقرر کئے گئے جن کی طرف سے [illegible] راستے [illegible] کے بارے میں [illegible] ہدایات دی گئی۔

(ا) سیدھا راستہ۔ ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی (پرانی مسمار شدہ جیل) سے [illegible] کے ذریعے سپریم کورٹ جانے والا راستہ [illegible] چونکہ سب سے [illegible] تھا اس لئے اس کو پہلا راستہ چنا گیا۔ علاوہ ازیں یہ راستہ چونکہ [illegible] سے [illegible] قریب ہے اس لئے [illegible] بھاری جمعیت کا [illegible] مشکل نہ تھا۔

(ب) متبادل راستہ [illegible] اس راستے پر [illegible] بھی [illegible] سے [illegible]

کی وجہ سے قابل ملاحظہ ہے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل کیمپ سے ملی ہوئی ایک بلاک (آر ڈی ہاؤس) [illegible]
کے مرکزی گیٹ کے سامنے سے [illegible] کے سامنے سے ہوتا ہوا [illegible] سے سپریم
کورٹ تک پہنچا ہوا ہے۔ بھٹو صاحب روزانہ سپریم کورٹ سے واپس جاتے تھے اور ہر دفعہ [illegible] کی راستہ
استعمال [illegible] راستہ (ب) بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا گیا۔

(ج) تیسرا راستہ یہ راستہ [illegible] دوسرے دو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی صورت میں
استعمال کیا جاتا تھا۔ جیل سے [illegible] سے سپریم کورٹ کا
راستہ [illegible] سے پہلے [illegible] کرنے کے لیے خاص انتظام کیا گیا۔

سپریم کورٹ میں پیشی کے دوران ہمیں [illegible] راستوں کی دیکھ بھال پہلے سے کی گئی
تھی۔ کسی جگہ بھی جلوس کی اطلاع نہیں تھی۔ صرف سپریم کورٹ میں وکلاء، پیپلز پارٹی کے چند لوگ اور
اخباری نمائندے آتے تھے۔ پہلے دن جب بھٹو صاحب جیل سے جانے کے لیے بیٹھے [illegible] گاڑی
میں [illegible] خاموشی سے [illegible] گاڑی میں سوار ہو گئے
تھے۔

سپریم کورٹ میں [illegible] اپنی اپیل کے [illegible] کوئی
[illegible] سپریم کورٹ میں ان کے مقدمے پر [illegible] دونوں
مقدمے [illegible] بھٹو صاحب [illegible]
[illegible]
[illegible] سپریم کورٹ [illegible]
[illegible]

سپریم کورٹ کا فیصلہ [illegible] 6 فروری 1979ء کو آنے کی امید تھی [illegible] 5
فروری [illegible] 45 منٹ [illegible] ایس ایس پی [illegible] وقت پر
جب میں جنرل [illegible] (ڈی ایم ایل اے) کے [illegible] ان کے
[illegible] صاحب [illegible]
[illegible] کی طرف چل دیئے
چند قدم جانے کے بعد انہوں [illegible] ان کے پاس پہنچا انہوں نے [illegible] ایک
[illegible] سپریم کورٹ میں داخل ہوا [illegible]
بھٹو صاحب [illegible] تمام [illegible] ختم کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں خود سپریم
کورٹ [illegible]
[illegible]

میں نے انہیں سلام کیا اور فوراً ہی گاڑی [illegible] کی طرف بڑھ کر فوری چلتے ہوئے سپریم کورٹ کی طرف گیا۔
میں بے حد تیزی سے جیپ دوڑاتا ہوا تقریباً گھنٹہ بھر [illegible] سپریم کورٹ کے
سامنے وہ پہنچا جہاں کئی افسران موجود تھے [illegible] کھڑے تھے۔ میں نے
جیپ کو ایک طرف روکا اور [illegible] سے [illegible] اور میں سیدھا کورٹ کے
سامنے پہنچ گیا۔ چونکہ میں وردی میں تھا اور [illegible] ایس پی کے ساتھ
سپریم کورٹ میں [illegible] صاحب [illegible] کے سامنے [illegible] گیٹ پر سنتری نے
[illegible] اور مجھے اندر جانے دیا۔ [illegible]
سے [illegible] السلام علیکم [illegible] مسٹر آصف [illegible] چند لمحوں میں مسٹر آصف
آ گئے۔ اس وقت [illegible] جنہوں نے مجھے [illegible]
سے [illegible] کی جیپ [illegible] جلد اور تیزی سے ایس پی
[illegible] کو ان کا [illegible] مجھے [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] میں ان کے ساتھ ان کے
[illegible] صاحب [illegible] انہیں بتایا کہ
سپریم کورٹ نے مسٹر [illegible] کی اپیل منظور کر دی ہے اور [illegible] صاحب کے ساتھ
دوسرے قیدیوں کی اپیل بھی [illegible] منظور کر دی گئی ہیں۔ [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] سپریم کورٹ [illegible] منظور [illegible]
صاحب نے [illegible] اپیل منظور ہو گئی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible] کہ سپریم کورٹ نے [illegible] صاحب
اور دوسرے قیدیوں کی اپیل منظور کر دی ہے [illegible]
[illegible] اگر [illegible] صاحب کی اپیل منظور ہو گئی [illegible] صاحب
[illegible]
صاحب [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] صاحب [illegible]
کہ سپریم کورٹ نے ان کی اپیل منظور کر دی ہے۔ [illegible]
[illegible] منظور ہو گئی ہے [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] صاحب کو اپیل
[illegible]

جو پوچھا کہ کیا یہ کورٹ کا متفقہ فیصلہ تھا؟ چونکہ میں [illegible] صاحب کے قریبی عزیزوں کی
بات چیت سے [illegible] پہلا کورٹ کا متفقہ فیصلہ تھا (دراصل دوسرے قیدیوں کے متعلق
کورٹ کا متفقہ فیصلہ ہوا تھا اور [illegible] صاحب سے متعلق [illegible] فیصلہ تھا) اور جیل [illegible]
میں [illegible] سے اس [illegible] بتایا تھا کہ [illegible] صاحب [illegible] کہ دو جج صاحبان کا متفقہ فیصلہ تھا۔

[illegible] کے بعد [illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] ہو گئے۔ [illegible] صاحب نے مجھ سے [illegible] کے لئے پوچھا۔ میں نے [illegible] جواب [illegible] کہ
جناب [illegible] آپ [illegible] چاہیں۔ [illegible] ہم تینوں خاموشی
سے [illegible] صاحب سے [illegible] آپ [illegible]
[illegible]

[illegible] House Arrest [illegible] 6 [illegible] 5 [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] 50 [illegible]

[illegible] (Man Handle) [illegible]

[illegible] (Are we not Great [illegible]

تھا ایک خاص فکر سے مجھے پہلے سے متعلقہ ڈاکٹر محمد علی کی اور بیگم صاحبہ کو اندر آنے کی اجازت دی اور بھٹو صاحب سے ملنے دیا یہ بھی کہ بیمار رشتہ پولیس کنٹرول کی تھی اور بیگم صاحبہ بہت جانے پر بضد تھیں اور میں یہ کسی حالت میں نہ چاہتا تھا کہ ماں اور بیٹی آپ کی آنکھوں کے سامنے پولیس فورس سے دست و گریبان ہوں۔ میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ جناب یہ میرا فیصلہ آپ کی بہتری کی (Good faith) نیت تھا جس پر انہوں نے اپنا سمجھا کر میری خوش اخلاقی اور جھکنی پر شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان کی وجہ سے تکلیف اٹھائی اور مجھے جواب بھی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی موقع پر انہوں نے مجھ سے شکایت کی کہ جیل کے لوگ ان سے اب اچھا سلوک نہیں کر رہے اور مجھے لے گئے کر دیں اب ان سے۔ میں نے سیل وغیرہ کے متعلق سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس وقت ہوا کا رخ تبدیل ہو چکا تھا اور جیل والے کسی حسن رویے سے نا آشنا ہی تھے۔

نظر ثانی اور رحم کی اپیل۔ 22 مئی 1979ء کو جب میں بھٹو صاحب سے ملا تو انہوں نے جیل عملہ کے حالات کی شکایت کی۔ میں نے ان کو تسلی دی کہ اب اس پوزیشن میں نہیں ہوں جس میں پہلے تھا۔ جیل عملہ پر بھی کنٹرول نہیں ہے کیونکہ تمام عملہ منتقل ہو گیا ہے جو پہلے میری ہدایات کا خاص خیال رکھتا تھا۔ جیل کا نیا عملہ پوری طرح سے آگاہ نہیں کہ ان کی سیکیورٹی ہدایات کے مطابق کیا کرنا ہے۔ میں نے بھٹو صاحب کو صبر کی تلقین کی۔ ان دنوں بھٹو صاحب تسلی کے لیے سیل سے باہر بہت کم نکلتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک ہی دائرہ میں گھومنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اندر سیل میں بیٹھے رہتے۔ اسی سے مجھے پتا چلا کہ وہ زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔

اس دن دوران ملاقات میں بھٹو صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ سپریم کورٹ میں نظر ثانی اپیل کا کیا فیصلہ ہو سکتا ہے لیکن میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر میں نے دوسری بات یہ کہی کہ سپریم کورٹ 25 مارچ تک فیصلہ سنانے جو اپیل میں ہی ہے کا جو بھی فیصلہ ہوگا۔ چونکہ میرا سپریم کورٹ کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہی میرے حلقہ احباب میں بھی اس کا اندازہ تھا اس لیے مجھے کوئی علم نہ تھا۔ نظر ثانی اپیل کا فیصلہ 24 مارچ 1979ء کو سنا دیا گیا اور یہ بھی مسترد ہو گئی۔ نظر ثانی اپیل کے فیصلے کا اعلان ہوتے ہی مجھے اور جیل سپرنٹنڈنٹ کو مندرجہ ذیل احکامات پر عمل کرنے کا حکم ملا:

1۔ مسٹر بھٹو کو عام پھانسی والے مجرم کی طرح رکھا جائے گا اور ان کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔

2۔ ملاقاتیوں کی ان کے ساتھ ملاقات جیل قواعد و قانون کے مطابق ہو گی جس کی میعاد صرف آدھ گھنٹہ ہوگی۔

3 تمام ملاقاتیوں کی تلاشی لی جائے گی۔ بہرحال چونکہ سپریم کورٹ نے پہلے اس سلسلہ میں مزید مہلت کی ہدایت کی تھی اس لیے حکومت کا فیصلہ معلوم کر کے عمل کیا جائے گا۔

4۔ جیل میں ان سے عوام کا رابطہ [illegible] ہو جائے گا [illegible]
5 فروری 1979ء [illegible]
5۔ [illegible] قیدیوں کے [illegible]
[illegible]
6۔ بھٹو صاحب کے سیل سے [illegible]
جائے۔
7۔ [illegible] (Switches) ان کے سیل سے [illegible] (Corridor)
میں منتقل کر دیے جائیں [illegible]
8۔ بھٹو صاحب [illegible]
9۔ ان کے سیل سے [illegible]
10۔ [illegible]
11۔ ملاقات صرف 30 منٹ [illegible] اور ملاقات کے
دوران گارڈ (Stand in) [illegible]
12۔ [illegible] دوران بھی گارڈ [illegible]
13۔ [illegible]
14۔ رات کے وقت [illegible]
[illegible]

[illegible] بھٹو صاحب [illegible] جیل [illegible]
[illegible] بھٹو صاحب [illegible]
[illegible] جیل [illegible]
[illegible] ان کے سیل سے [illegible]
[illegible]
[illegible] کے سیل کے [illegible]
[illegible] جیل [illegible]
[illegible] بھٹو صاحب [illegible]
[illegible] جیل [illegible] ان کے سیل سے ان کی [illegible]
[illegible] منتقل کر دیے گئے [illegible]

پر بے حد حیران ہوئے مگر ساتھ ہی ساتھ ان کی دلجوئی بھی ہوئی۔ قید و بند کے حالات میں دلچسپ بات تھی۔ جب وہ ان کو بھول کر گئے تو انہوں نے 24 مارچ کو ان کی بھوک ہڑتال کر دی۔ انہوں نے 23 مارچ شام کو کھانا جو ان کے سامنے رکھا تھا انہوں نے پھینک دیا۔ انہوں نے نو (9) دن بھوک ہڑتال کی اور اس طرح 24 مارچ سے یکم اپریل 1979ء کی شام تک انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ اس دوران میں نے جو بات نوٹ کی وہ یہ تھی کہ جو حکم دیا گیا تھا کہ [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ اور میں دونوں کے صرف خاص طور پر بھٹو صاحب کے سیل میں جائیں گے۔ ورنہ اگر میں ان کو ان دنوں میں اکیلا چھوڑ دیتا تو شاید وہ کوئی کھانا کھانے پر تیار ہو جاتے۔ لیکن انہوں نے تو اپنی بھوک ہڑتال جاری رکھی۔ وہ بے حد کمزور ہو گئے تھے مگر ان کا چہرہ [illegible] 29 مارچ 1979ء کو مسز بھٹو [illegible] نے ڈسٹرکٹ جج [illegible] ان سے ملنے جیل کے دفتر میں آئے۔ مجھے بتایا گیا کہ مسٹر بھٹو صرف ایک [illegible] اپنے اردگرد لپیٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے کپڑے خود اتار دیئے ہیں اور وہ سو رہے ہیں۔ انہیں جیل حکام نے بتایا کہ مسٹر بھٹو [illegible] میں بیٹھے ہیں جب انہوں نے پھٹے ہوئے کپڑے اتار کر پھینک دیئے تو [illegible] 2 بجے [illegible] تھے۔ مجھے اسی دن بتایا گیا کہ ان کی حالت بے حد خراب ہے۔ [illegible] جیل [illegible] ان کے سیل [illegible] ایم پی اے کے ملاقات کی اجازت [illegible] تھا۔

[illegible] سپریم کورٹ میں نظرثانی کی اپیل نامنظوری کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کے [illegible] [illegible] جیل [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بھٹو صاحب کی حالت جیل میں [illegible] [illegible] تکالیف [illegible] سے دوچار ہو گیا۔

اگر بھٹو صاحب کی اپیل سپریم کورٹ میں منظور ہو بھی جاتی تو بھی انہیں آزاد نہ کیا جاتا۔

5 اپریل 1979ء کو [illegible] بجے مجھے [illegible] کے ساتھ [illegible] کے [illegible] کیا [illegible] بتایا گیا کہ [illegible] 6 فروری [illegible] بھٹو صاحب کی اپیل منظور کر لے بعد [illegible] [illegible] جیل سے باہر نہیں جانے دیا جائے گا اور مارشل لاء کے تحت کسی اور مقدمہ میں مطلوب [illegible] کے تحت ان پر ایک مقدمہ چلایا جائے گا۔ مجھے صاف صاف بتایا گیا کہ اگر سپریم کورٹ بھٹو صاحب کو آزاد کرنے کا حکم بھی صادر کر دے کہ انہیں جیل سے نکال دیا جائے تو بھی ان کو جیل سے باہر نہیں جانے دیا جائے گا۔ مجھے اس وقت صاف پتہ چل گیا کہ بھٹو صاحب [illegible] کی حالت میں [illegible] [illegible]

میں مزاحمت ہوتی ہے جس کا مجھے صدمہ ہوا۔ مرقسیم شکل ہوتی ہے جس کا ایسا حکم صادر کیا جا سکتا ہے کہ اگر ملک کی سب سے بڑی عدالت کسی مقدمے کا فیصلہ دے تو اس کو بھی مارشل لاء کا حکم رد کیا جا سکتا ہے۔ مجھے دوسرے ذریعے سے معلوم ہوا کہ ایک خاص فوجی کورٹ بھی مقرر کر دیا گیا تھا کہ اگر سپریم کورٹ کا فیصلہ حسب منشا نہ آئے تو اس کورٹ میں بھٹو صاحب کے مقدمے کی سماعت کی جا سکتی تھی۔

پنڈی جیل میں بھٹو صاحب کی اسیری کے دوران مجھے مختلف صحافتی ذریعوں اور جیل عملے کے بعض افسروں سے ان کے متعلق واقعاتی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھیں ان کے پھانسی دئیے جانے کے بعد جو مشہور ہوئے ہر ایک پہلو پر چونکہ بھٹو صاحب کے متعلق مختلف افواہیں گشت کر رہی تھیں اس لئے میں نے ہر ممکن ذرائع سے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ ایسی ملاقاتوں کے دوران جیل عملہ کے افسروں نے اس مقدمے کے کئی پہلو اور اصل واقعات جو اس کیس پر تھے ان کی خفیہ تفصیلات بھی مجھے بتائیں جو میرے لئے بہت حیران کن تھیں۔ مگر میں ان تفصیلات کو بھی قلمبند کرنا ٹھیک نہیں سمجھتا کہ 'Controversy' کا موضوع نہ بن جائے۔ بہرحال اس کتاب میں میں نے کچھ واقعات کے علاوہ ان سے نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کے متعلق مقدمہ چلا اور ان کے فیصلے پر نظرثانی کے متعلق 'ملتان کا اور' دوسرے کو ان حقیقتوں کے متعلق مجھے بہت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا جن پر کی کوشش کی۔ لیکن ایک تاریخی ان صفحات پر کوئی جگہ نہیں دے رہا۔

موت کا پروانہ (Black Warrant) لاہور ہائی کورٹ نے سزائے موت کا فیصلہ 18 مارچ 1978ء کو صادر کیا تھا۔ اس فیصلے پر سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی اور انہیں 17 مئی 1978ء کو لاہور سے پنڈی جیل منتقل کر دیا گیا۔ 6 فروری 1979ء کو سپریم کورٹ نے ان کی اپیل مسترد کر دی۔ نظرثانی کی اپیل بھی سپریم کورٹ نے 24 مارچ 1979ء کو مسترد کر دی۔ نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کیس میں مندرجہ ذیل پانچ مجرموں کی موت کا پروانہ (Black warrant) سیشن جج راولپنڈی سے 30 مارچ 1979ء کو حاصل ہوا۔

1۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو
2۔ میاں محمد عباس
3۔ صوفی غلام مصطفیٰ
4۔ رانا افتخار
5۔ مسٹر ارشد اقبال

چونکہ نظرثانی کی اپیل کو مسترد کرتے وقت اس دن (30-3-79) کو بھی سماعت دی تھی

کر رہے تھے اس لئے موت کا پروانہ حکومت پنجاب نے واپس منگوا لیا تھا۔ (یہ وقت آگے ورنہ 31 مارچ 1979ء کو پہنچ چکا تھا)

کمشنر صاحب نے اس پر دستخط کرتے ہوئے یکم اپریل 1979ء کو صبح دس بجے تک کر دیئے۔ سپرنٹنڈنٹ نے بھی دستخط کرتے ہوئے اسی دن (یکم اپریل 1979ء) وہ تمام کاروائی مکمل کر دی تھی۔ حکومت نے فیصلہ کیا کہ مسٹر بھٹو اور قصوری قتل کے ملزمان سمیت 2 اپریل کی صبح 5 بجے پھانسی دے دی جائے۔ کسی وجہ سے اس فیصلے پر بھی عمل نہیں ہو سکا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ صرف بھٹو صاحب کو پہلے پھانسی دی جائے اور قصوری قتل کے ملزمان کو بعد میں پھانسی دی جائے۔ اس لئے بھٹو صاحب کی پھانسی کا وقت 2 اپریل لاہور … بجے اور باقی ملزمان کی موت کا تعین کر کے دوسری دفعہ بھی راولپنڈی جیل کے سپرنٹنڈنٹ کے حوالے کر دیئے اور وہاں منظور ہو گیا۔ لیکن بھٹو صاحب کیلئے موت کا پروانہ تیار کیا گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ چیف جسٹس صاحب مولوی مشتاق صاحب نے صرف بھٹو صاحب کی موت کے پروانے پر دستخط کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ جس کے مطابق انہیں 3 اپریل رات دو بجے پھانسی لگا دی جائے اور چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ سپرنٹنڈنٹ جیل اپنا اختیاری حق استعمال کرے اور ملزمان کو الگ الگ وقت میں پھانسی لگائے۔ مگر … یہ فیصلہ تو ان کا اپنا ہے وہ … پھانسی کا … صرف بھٹو صاحب کے … پر عملدرآمد … اس طرح صرف بھٹو صاحب کی موت کا پروانہ راولپنڈی جیل میں 2 اپریل کو ایک بجے بعد دوپہر موصول ہوا اور بھٹو صاحب کو 3/4 اپریل 1979ء رات دو بجے پھانسی کا فیصلہ تیار کیا اور کاروائی شروع کر دی گئی۔ بیگم نصرت بھٹو اور مس بے نظیر بھٹو کو آخری ملاقات کیلئے بلایا گیا (دراصل انہیں آخری ملاقات کا بتایا نہیں گیا تھا بلکہ بھٹو صاحب سے جیل میں ملنے کو کہا گیا تھا) مس بے نظیر بھٹو نے جو سوالات … درخواست کی … طبیعت … اس وقت (دو اپریل بعد دوپہر) تھیں۔ اسی دوران … سے … ہوتے ہوئے پنڈی جیل سپرنٹنڈنٹ … میری موجودگی میں جیل سپرنٹنڈنٹ اور … جیل … ہدایات لکھا دیں کہ قانون کے مطابق … 48 گھنٹے … اس لئے بھٹو صاحب کو تین اپریل کی رات دو بجے پھانسی نہیں دی جا سکتی۔ … اس لئے بھٹو صاحب کی پھانسی ایک دن … دی۔ … بیگم نصرت بھٹو … اطلاع … کی طبیعت ناساز ہے تو ان کے آنے کی ضرورت نہیں۔ … 2 اپریل کو … اور جیل سپرنٹنڈنٹ کو مندرجہ ذیل ہدایات جاری کئے گئے

1۔ بھٹو صاحب کو ان کی پھانسی کی آخری … راولپنڈی جیل سپرنٹنڈنٹ مسٹر یار محمد (مجسٹریٹ) کی موجودگی میں ان کے سیل میں دیں گے۔ بعد میں تین اپریل دن کو … کر دیجئے

وقت فرسٹ کلاس مجسٹریٹ بشیر احمد خان اور ڈپٹی جیل [illegible] کے علاوہ [illegible] آخری وقت سے
وقت جیل میں حاضر ہوں گے۔

مجھے الگ بتایا گیا کہ

2۔ بھٹو صاحب کو آخری خواہش پوری کرنے کے بعد ان کو پھانسی گھاٹ تک لے جائیں گے۔ [illegible] ان کی بات چیت ریکارڈ کر لی جائے گی۔ (اس کام کے لیے میں نے صوبیدار، نائب صوبیدار 27 پنجاب رجمنٹ کو مقرر کیا)

3۔ آخری خواہش سننے کے بعد ایک فوٹو گرافر بھٹو صاحب کے [illegible] تصویریں کرے گا جو پھانسی گھاٹ تک ڈائری ریکارڈ کرے گا۔ (صوبیدار، نائب صوبیدار)

4۔ آخری خواہش پوری کرنے کے لیے گارڈ جیل کے [illegible] پر (Super impose) کر دی جائے گی۔

5۔ جیل کے ملازمین [illegible] سورج غروب ہوتے ہی جیل کے تمام ملازمین کا [illegible] تاکہ جیل کا رابطہ بیرونی دنیا سے منقطع ہو جائے۔ صرف ایسے ملازمین جو صرف ایک افسر کے کام کر رہے ہیں کلاس کے علاوہ [illegible] رہیں جیسے بھی کام کر رہے ہیں۔

6۔ سورج غروب ہونے کے بعد جیل کا عملہ [illegible] کے وقت کام کرے گا 4 اپریل کی صبح تک اس کنٹرول پر [illegible] ہو گی۔

7۔ آخری خواہش کے بعد کوئی شخص 4 اپریل کی صبح تک جیل میں نہ داخل ہو سکے گا اور نہ باہر جا سکے گا۔

8۔ صوبیدار میجر 27 پنجاب [illegible] سے [illegible] پھول، گلاب کا عرق اور چارپائی وغیرہ کا بندوبست کرے گا۔

9۔ دو گاڑیاں ایک بھٹو صاحب کی ڈیڈ باڈی کے لیے اور دوسری گارڈ کے لیے [illegible] کے بعد جیل میں داخل ہوں گی۔ [illegible] سے [illegible] گاڑیوں میں رکھے جائیں گے [illegible] کہ کوئی قیمتی [illegible] جا رہے ہیں۔

10۔ ایک ہیلی کاپٹر [illegible] کے ساتھ [illegible] بھٹو صاحب کی [illegible] کے ساتھ جائے گی۔ لیفٹیننٹ کرنل رفیع بھٹو صاحب کی میت کے ساتھ [illegible] جائیں گے جہاں قبر اور تدفین کا بندوبست [illegible] ہو گا۔

11۔ لیفٹیننٹ کرنل رفیع کے ساتھ [illegible] اور بھٹو صاحب کی پھانسی پر [illegible]

[illegible] 7 [illegible]
[illegible] (Black Horse) [illegible]

12 بھٹو صاحب [illegible] 27 [illegible]
[illegible]

13- [illegible]

14- [illegible]

بھٹو صاحب سے ملنے پر پابندی۔ 6 [illegible] 1979ء [illegible]
[illegible]
1979ء [illegible]
[illegible]

حکم ہوا کہ آپ بھٹو صاحب کے ساتھ ڈیوٹی دیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ گزشتہ اسی ایم ایل اے (بریگیڈیئر ایم ممتاز ملک) سے مجھے ٹیلی فون ملا کہ میں بھی کبھی کبھار اندر جا کر بھٹو صاحب کو ضرور دیکھ لیا کروں لہٰذا اس دن سے میں بھٹو صاحب سے پیشتر باقاعدہ ملاقاتیں ہونے لگیں 6 فروری کے بعد (جب میں نے بیگم بھٹو صاحبہ کو جیل کے اندر آنے کی اجازت دی تھی) کے بعد مجھ پر کسی طرح شک پیدا ہو گیا تھا۔ اسی لئے اسی وقت مجھے اور جیل سپرنٹنڈنٹ دونوں کو سختی سے منع کر دیا۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی بھٹو صاحب سے اکیلے میں مل سکتا اور اگر ضرورت ہو تو ان کے حکم پر ہم دونوں اکٹھے جا کر بھٹو صاحب سے ملیں گے اور ضروری کارروائی کے بعد سیکورٹی وارڈ سے باہر آ جائیں گے۔ اس دن سے میرا اکیلے بھٹو صاحب کے سیل میں جانا بند ہو گیا۔ مجھے اس حکم پر افسوس ہوا کیونکہ جیل حکام کا یہ خیال تھا کہ میں شاید وہ شخص ہوں جو حکومت کا خاص اعتماد کا بندہ تھا جو تقریباً سارا دن بھٹو صاحب کے ساتھ گزارتا تھا۔ مجھے افسوس اس بات پر ہوا کہ میں بھٹو صاحب کے آخری چند دنوں میں ان سے اکیلا نہ مل سکا اور شاید وہ یہ سوچتے ہوں گے کہ میں بھی دوسروں کی طرح خود غرض ہی نکلا۔ بہرحال حتمی طور پر ان کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور یوں میری یہ تاریخی ڈیوٹی جیل کے اندر ختم ہو گئی۔

مقدمے کے ساتھی قیدی۔ نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کے مقدمے میں بھٹو صاحب کو چونکہ جیل منتقل کرنے کے چند روز بعد ان کے مقدمے کے ساتھی قیدیوں کو بھی راولپنڈی جیل میں لایا گیا اور وہیں قید رکھا گیا

ا۔ میاں محمد عباس — سابقہ ڈائریکٹر جنرل فیڈرل سیکورٹی فورس

ب۔ صوفی غلام مصطفیٰ
ج۔ رانا افتخار
د۔ ارشد اقبال
} ان سب کا تعلق فیڈرل سیکورٹی فورس سے تھا

ان قیدیوں کو سیکورٹی وارڈ سے ملحق جنوب کی جانب کچھ فاصلے پر قیدیوں کی بیرک میں الگ الگ کوٹھڑیوں میں رکھا گیا تھا۔ یہ بیرک بھی باقی جیل کی طرح سیکورٹی وارڈ سے الگ دیواروں وغیرہ کے ذریعے الگ کر دی گئی تھی۔ میاں غلام محمد عباس ایف ایس ایف کے سینئر افسر تھے۔ انہوں نے اس مقدمے میں مسٹر قربان صادق کے سامنے اپنا بیان تحریر کیا ہوا تھا۔ وہ بیمار دل کے مریض تھے۔ وہ کافی کمزور حالت میں تھے اور بیمار رہتے دل کی بیماری کی دوائی کھایا کرتے تھے۔ میں نے ان کو ایک ملنسار شخص اور خوش طبع انسان پایا۔ میرا اندازہ تھا کہ اگر سپریم کورٹ کا آخری فیصلہ ان کو پھانسی لگنے کا ہوا تو شاید اسے برداشت نہ کر سکیں۔ بھٹو صاحب کی پھانسی کے بعد جب ان قیدیوں کو بھی کچھ دنوں بعد پھانسی کی تاریخ دی گئی تو ایک دن میرے جیل کے چکر لگانے پر جیل حکام نے بتایا کہ میاں غلام محمد جسمانی کمزوری اور دل کی بیماری کے باوجود پھانسی لگتے وقت بڑے حوصلے میں تھے۔ پھانسی کا پھندا ان کے گلے میں ڈالنے سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ

مجھے کہاں تک ہوتے۔ پہنچے پر کھڑے ہو کر انھوں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ ایجنسی کے عہدہ داران دو ہاتھ کی
سے فاصلہ پر کھڑے رہے اور ان کی میت کو دیکھا۔

صوفی غلام مصطفیٰ [illegible] گروپ کے ایک جوان تھے جنھوں نے بہت ہوتے ہوئے بھی بات
میں سروس کی تھی۔ جب میں ان کی تعزیت کی ہو [illegible] کے لیے گیا تو صوفی غلام مصطفیٰ نے
مجھے [illegible] میرا نام لے کر مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے پوچھا کہ میں وہاں کیسے آیا ہوں۔
میں نے انھیں بتایا کہ میں [illegible] سے تبدیل ہو کر جیل خانہ جات میں آگیا ہوں اور جیل خانہ پر ملازمت
کا کام کر رہا ہوں [illegible] مسکرائے اور بولے جب ایک ایس ایس پی کا [illegible] کی حیثیت سے
ہوتا ہے جیل کے قریب [illegible] ہو گئے کہ آپ کو [illegible] بھی نہیں [illegible]
گھٹائی کے دوران [illegible] گئے تھے۔ صوفی مصطفیٰ کی جسمانی حالت [illegible] بھی نہیں تھی۔ وہ [illegible]
[illegible] اسے [illegible] کے دوران بھی اسے [illegible] تھا۔ وہ
جسمانی لحاظ سے کافی کمزور ہو چکے تھے لیکن دل سے بہت مضبوط تھا۔

مسٹر ارشد محمود قریشی اور صوفی غلام مصطفیٰ [illegible] ارشد اقبال سے مشترکہ طور پر کیا ہوا تھا۔ میں
جب بھی [illegible] جاتا تو غلام مصطفیٰ سے ملتا۔ وہ ایسے دوسرے اسلامی [illegible] جانتے
تھے کیونکہ وہ بھی [illegible] تھا [illegible] ایس ایس پی کے ناطے ان کا [illegible]
تھا۔ [illegible] میں نے صوفی غلام مصطفیٰ سے پوچھا کہ وہ قتل کے کیس میں کہاں تک ملوث تھے۔ کہنے لگے
مجھے [illegible] شمولیت کا کوئی علم نہیں۔ ہمیں [illegible] شروعات سے [illegible] جائے گی۔ اس
سے [illegible] ان کے علم میں [illegible] ہتھیار [illegible] تھوڑی [illegible]
[illegible] لیکن [illegible] مجھے [illegible]
[illegible] ہتھیار اور بارود [illegible]
بہرحال [illegible] کیونکہ ان سے بالا افسروں کے
[illegible] سے [illegible] جن کا مجھے افسوس ہے وہ اس
[illegible] اپنی آنکھوں میں ایک [illegible] حالت کے
[illegible] کوئی [illegible] میں چلا جائے گا۔

بعد میں جیل حکام نے مجھے بتایا کہ صوفی غلام مصطفیٰ پھانسی کے پھندے تک پورے [illegible] سے
گئے۔ وہ آخر تک مسکراتے [illegible] درود شریف پڑھتے رہے۔

راجہ [illegible] اور ارشد اقبال کی [illegible] میں ساتھی قیدی تھے۔ یہ دونوں [illegible] سے کم عمر ہونے کی وجہ
سے جسمانی [illegible] بہت چست [illegible] تھے۔ پہلے ان دونوں کو بھیجے کے بعد میں نے جیل پر ملازمت
[illegible] کافی خطرناک [illegible] ان دونوں کو [illegible] کیلئے [illegible] سے باہر [illegible]
جائے۔ وہ دونوں اس [illegible] تھے کہ [illegible] اور کیا [illegible]۔ [illegible]

اتنی ... دونوں اس قدر چست اور ہوشیار تھے کہ وہ کرنل کی دیوار کو جس پر بجلی کی تار لگی ہوئی تھی پھلانگ سکنے کے قابل تھے۔ ان ... کی حفاظت کے وقت ... ایک ... خاص کر اس پر مقرر کئے ... چند دنوں میں سے ایک ... جیل منتقل کر دیا گیا۔ جس سے ... ہو گئی۔

کور کمانڈر کی تشویش۔ ... ایم ایل اے ... اور ... کور کمانڈر صاحب اس فکر میں ہیں کہ کہیں ساتھی قیدی (Co-Prisoners) کورٹ میں ... صاحب کے خلاف دیئے ہوئے بیانات سے منحرف نہ ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ کرنل صاحب چاہتے ہیں کہ ... جیل میں ... کے ... معلوم کریں اور ان ... کہ وہ اپنے بیانوں پر قائم رہیں اور ان ... کہ ... گواہی ... مستقل ... کیا جائے گا۔ ... ساتھ ... کور کمانڈر صاحب چاہتے ہیں کہ اس کا خاص خیال رکھا جائے تا کہ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

میں ... ایم ایل اے صاحب ... کہ ... میں ... کسی ... کی ... میں ... جیل ... کی کسی قسم کی بات نہیں کی تھی ... ان کے ساتھ ... بات چیت کر کے ان ... کی ... خوشی ہوگی ... گواہی سے ... میں نے انہیں ... کا قصہ سنایا کہ ... کے ساتھ ... جنگ ... میں گئے ... تھے۔ ... کے بعد ... ان میں سے ... کی ... موت ... جس ... کے ... جنگ کا ... ساتھ ... کے ... ابھی تک ... ممتاز ... تھے ... کو ... میاں ... کے ... اور ... صاحب ... تھے ...

جب ... صاحب ... کی ... ان کے ساتھی قیدیوں ... کو تبدیل کر دیا گیا تھا ... میں ... آپ ... کی ... ضمیر کو ... کر ... کہ ... حکومت کے پاس ... کام ... کے ... ساتھی قیدیوں کے ... کو ... لکھا ... کچھ دنوں بعد ... اور ... سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق اپنے انجام کو پہنچے

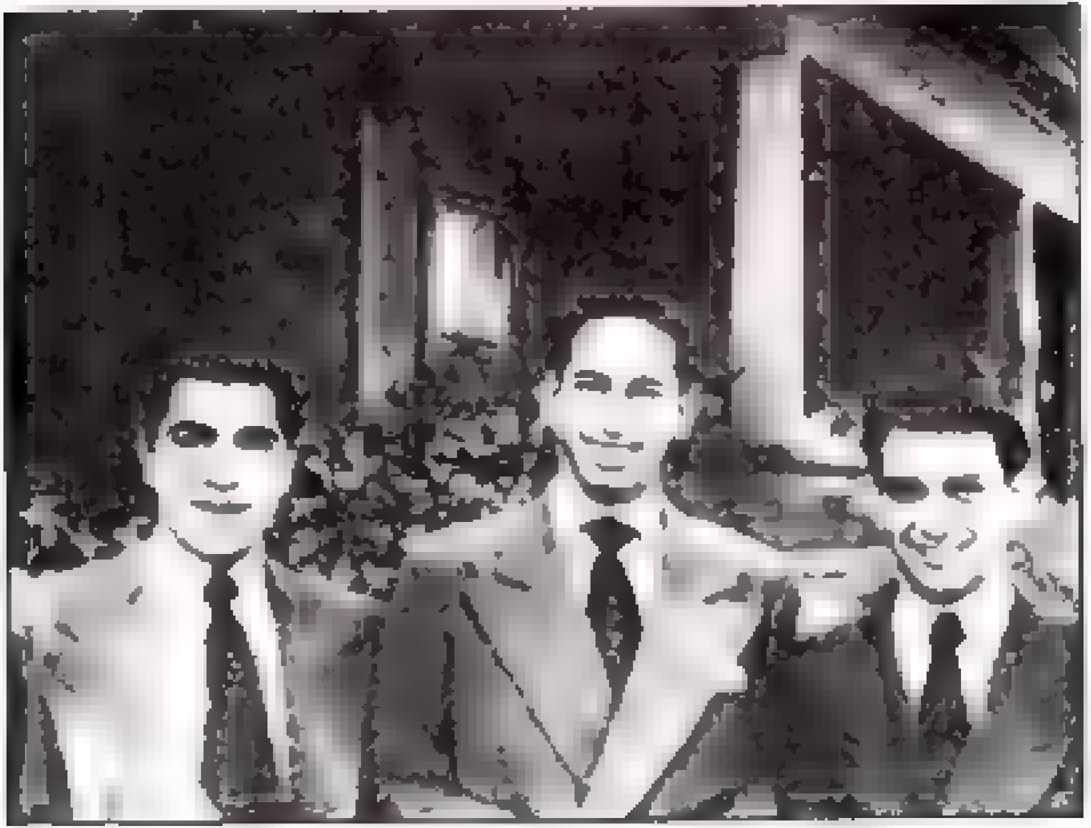

[illegible]

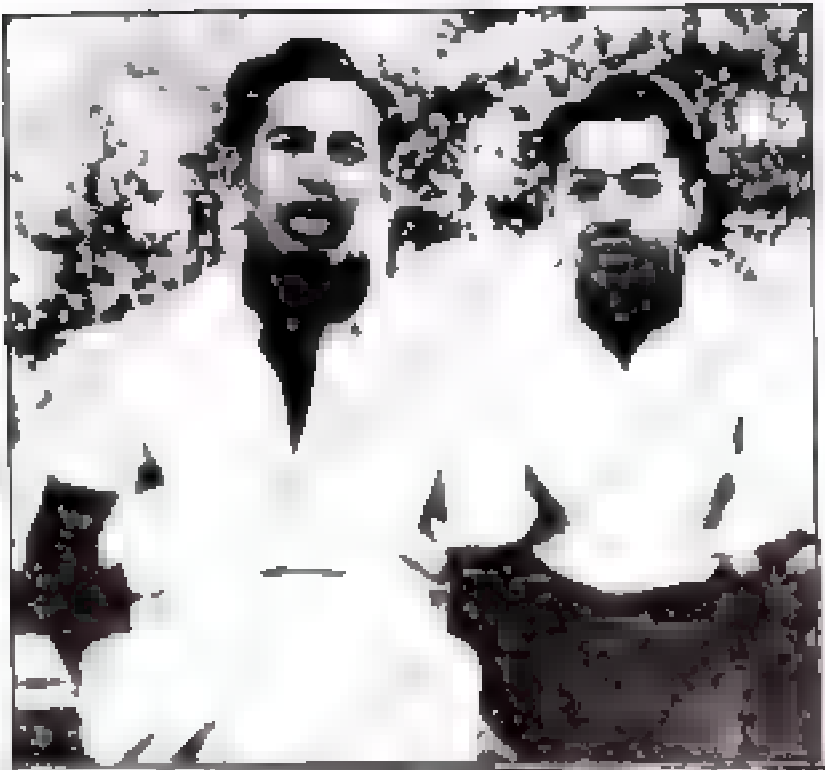

[illegible]

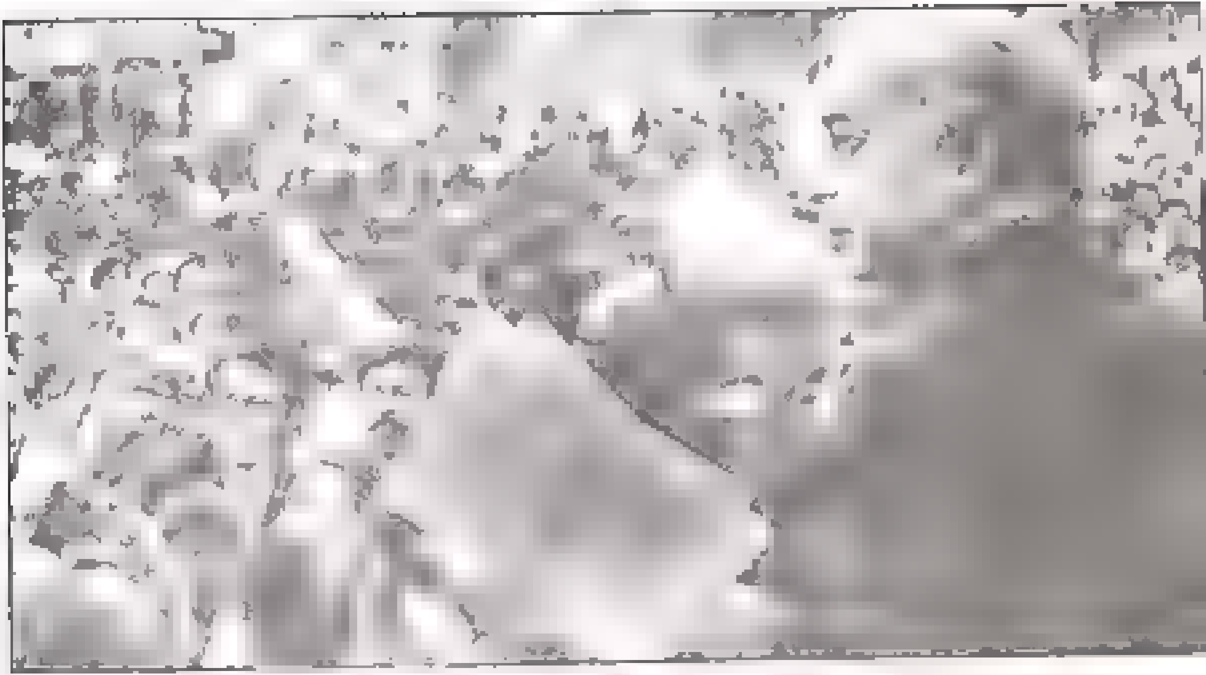

آخری لمحات

آخر کار حکام نے دو اپریل 1979ء کی شام آخری فیصلہ کیا کہ بھٹو صاحب کو 3 اور 4 اپریل 1979ء کی درمیانی رات دو بجے پھانسی دے دی جائے۔ جیل کی کتاب قوانین (jail manual) کے مطابق پھانسی کا وقت صبح سویرے ہوتا ہے لیکن حکومت نے بھٹو صاحب کی پھانسی کا وقت رات کا مقرر کیا۔ جس کی وجہ سمجھ سے بالاتر تھی۔ جیل کے قوانین کی اسی کتاب کے مطابق پھانسی پانے والے کے رشتہ داروں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اس سے آخری ملاقات مقررہ وقت کے مطابق جیل میں کر لیں۔ بیگم نصرت بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو سہالہ ریسٹ ہاؤس میں احتیاطی نظر بندی کے قانون کے تحت قید تھیں۔ بھٹو صاحب کے چند قریبی رشتہ دار بھی راولپنڈی میں موجود تھے۔ بھٹو صاحب کے ان تمام رشتہ داروں کو تین اپریل 1979ء کو ان سے جیل میں آخری ملاقات کرنا تھی۔ جس کا بندوبست کر لیا گیا تھا۔

بیگم نصرت بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی بھٹو صاحب کے ساتھ آخری ملاقات

بھٹو صاحب کی پھانسی کا آخری فیصلہ ہونے سے پہلے تین اپریل 1979ء صبح سویرے بھٹو خواتین کو سہالہ ریسٹ ہاؤس میں ملاقات کی اطلاع کر دی گئی تھی۔ ان دونوں خواتین کو فوراً جیل میں پہنچ کر چہرہ متغیر ہو اٹھا ہوا۔ جیل سپرنٹنڈنٹ تمیں کے سے بیگم بھٹو کو لے گیا اس دوران اس سے بے نظیر نے اس سے پوچھا کیا یہ ملاقات کسی خاص مقصد سے ہے یا یہ آخری ملاقات ہے

بیگم بھٹو اور محترمہ بے نظیر نے بھٹو صاحب کے ساتھ ملاقات ساڑھے گیارہ بجے شروع کی۔

مجھے بتایا گیا کہ ملاقات کے متعلق بھٹو صاحب سیل کے اندر رہے اور باہر سے آنے والے شکنجے پر آنا پڑا۔ بیگم نصرت بھٹو کے لیے سیل کے دروازے کے ساتھ باہر کرسی لگا دی گئی جبکہ محترمہ بے نظیر بھٹو سیل کے شکنجے کے بیرونی سلاخوں کے فرش پر بیٹھ گئیں اور باپ بیٹی کے درمیان سیل کے آہنی گیٹ کی سلاخیں حائل تھیں۔ یہ ملاقات ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی۔ ملاقات شروع ہونے کے چند لمحوں بعد بھٹو صاحب نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا یہ آخری ملاقات ہے؟ جس کا اس نے اثبات میں جواب دیا۔ بھٹو صاحب نے پھر پوچھا کہ ان کے باقی رشتہ داروں کی ملاقات کا کیا ہو گا۔ چوہدری یار محمد نے انہیں بتایا کہ خواتین کی ملاقات کے بعد ان کو اس سے مطلع کیا جائے گا۔ بھٹو صاحب نے مس بے نظیر کو ایک طرف ہونے کو کہا اور جیل سپرنٹنڈنٹ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ واقعی یہ آخری ملاقات ہے۔ انہوں نے جواب میں بتایا کہ ہاں یہ درست ہے۔ پھر مسٹر بھٹو نے پوچھا کہ آخری فیصلے کا کیا ہوا۔ اس پر یار محمد نے جواب دیا کہ وہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ پھر بھٹو صاحب نے پوچھا کہ کس وقت؟ انہوں نے جواب دیا "شیڈول کے مطابق صبح ساڑھے پانچ بجے۔ واپسی پر جیل سپرنٹنڈنٹ نے مجھے بتایا کہ بھٹو صاحب نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ کہا کہ بس سب ختم (Finish All) اور اس سے مراد ہے جی جناب

اس پر بھٹو صاحب نے کہا کہ میں نے شیو کرنی ہے اور میرے کپڑوں کا کیا ہوگا اور پھر کہنے لگے میری وصیت کا کیا ہوگا جس پر چوہدری یار محمد نے انہیں بتایا کہ ان کو وقت دیا جائے گا کہ وہ اپنی وصیت لکھ سکیں۔

جیل سپرنٹنڈنٹ کے ہٹ جانے کے بعد باپ بیٹی نے اپنی باتیں شروع کر دیں۔ مجھے بعد میں بتایا گیا کہ بیگم نصرت بھٹو تقریباً ساری ملاقات میں خاموش رہیں۔ محترمہ بے نظیر زیادہ وقت روتی رہیں اور بھٹو صاحب سے باتیں کرتی رہیں۔ بھٹو نے چاہا کہ یہ ملاقات جاری رہے لیکن جیل حکام نے دو بجے بعد دوپہر ملاقات ختم کرا دی۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ بھٹو صاحب کے باقی رشتہ داروں نے بھی ان سے ملنا ہے۔ یہ آخری ملاقات تقریباً ڈھائی گھنٹے جاری رہی۔

ملاقات کے بعد بیگم نصرت بھٹو نے جیل ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے بھٹو کے ساتھ بدسلوکی روا رکھے جانے کی شکایت کی۔ وہ غصے سے کانپ رہی تھیں۔ میں اس وقت جیل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اطلاع ملتے ہی میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے کمرے سے جیل کی جانب چلا۔ میں نے ان دونوں کو غم میں ڈوبا ہوا اور کافی نڈھال پایا۔ محترمہ بے نظیر نے جن کپڑوں میں ملبوس تھیں وہ ... کے تھے جن کے نیچے اوپر گہرے نیلے رنگ کے تھے۔ ان کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ اور سوجی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ بیگم بھٹو نے مجھے اپنے نزدیک بلا کر بتایا کہ وہ جیل سے باہر جانے سے قبل آخری گفتگو کرنا چاہتی ہیں اور میں ان کی بات سنوں

میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس سے پہلے وہ مجھ سے ٹیلی فون پر درخواست کر چکی تھیں کہ میں اکیلے ہی بھٹو صاحب سے
نہیں ملوں گا جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ میں بھی مخمصے میں پڑ گیا۔ بہرحال میں نے انہیں بتایا کہ میرا
جنرل ضیاء صاحب کے ساتھ کوئی ذاتی رابطہ (Contact) نہیں ہے بہرحال میں کوشش کروں گا
کہ ان کی اس درخواست کو جنرل صاحب تک پہنچا دوں۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر فیصلہ کیا جا چکا ہے تو بھٹو
صاحب اپنے علاقے لاڑکانہ میں دفن ہونا چاہیں گے۔ اسی وقت بیگم بھٹو نے کہا کہ اگر ان کی رحم کی اپیل
منظور نہیں ہوتی تو ان دونوں کی درخواست ہے کہ انہیں بھٹو صاحب کی میت کے ساتھ جانے دیا جائے
تاکہ وہ ان کی آخری رسومات میں حصہ لے سکیں۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اس سے بہت ہی قریب آ کر بیٹھا ہوا
سننا چاہتا تھا اس لئے میں تحمل کر کے کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ بہرحال میں نے انہیں بتایا کہ وہ ذرا انتظار
کریں میں کوشش کرتا ہوں کہ ان کی درخواست صدر صاحب تک پہنچا دوں۔ جب ہم ڈیوڑھی سے گزر
رہے تھے تو موقع پا کر میں نے بیگم بھٹو کے کان میں کہا کہ بھٹو صاحب کی میت لاڑکانہ ہی کی طرف لے
جائی جائے گی۔ انہیں ڈپٹی کے دفتر میں بٹھا دیا گیا جہاں سے جیل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر سے صدر صاحب کے
ملٹری سیکرٹری کو ٹیلیفون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی مگر ان کا ٹیلیفون مصروف تھا۔ میں اس
وقت ضائع کرنے کی بجائے جیل سے باہر نکلا اور سڑک پار کر کے سامنے ایس ایس پی کے دفتر گیا جہاں ایس
ایم ایل اے بریگیڈیئر خواجہ راحت لطیف (بعد میں جنرل) ڈی سی راولپنڈی اور ایس ایس پی راولپنڈی بیٹھے
تھے۔ میں نے ایس ایم ایل اے صاحب کو بیگم بھٹو کی درخواست دی۔ وہ مجھ پر برس پڑے کہ ان کے
حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میں ٹیلیفون کیوں لایا ہوں۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے آپ نے
جیل میں رکھا ہوا ہے۔ بھٹو صاحب سے ملاقات کے بعد بیگم بھٹو میرے پاس آئیں اور مجھے یہ
درخواست جنرل ضیاء الحق صاحب تک پہنچانے کو کہا۔ انہوں نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر مجھ سے پوچھا
دوبارہ کہا کہ کیا آپ کو ان سے نہیں ملنا چاہئے تھا۔ میں نے دوبارہ ان کو یہی جواب دیا۔ اتنے میں
ڈی سی راولپنڈی محمد سعید مہدی نے ایس ایم ایل اے سے کہا کہ جناب آپ کی درخواست ایم ایل
اے کو بھیج دیں اور مناسب ہے کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کو پہنچا دیں گے۔ وہ سوچ کر
وہ ان کی مدد کر سکیں۔ اتنے میں مجھے معلوم ہوا کہ ڈی ایم ایل اے جنرل صغیر حسین
سید نے جنرل ضیاء الحق صاحب کو بیگم بھٹو کی درخواست پہنچا دی اور انہیں جنرل ضیاء الحق صاحب سے ملایا تھا
کہ پچھلے سال سے یہ معاملہ بیگم بھٹو نے فوری اپیل کی درخواست صدر صاحب کے لئے بھیجی
تھی مگر ان کی رحم کی اپیل کا کبھی کوئی جواب نہیں آیا۔

جیل کے باہر ہجوم کا پورا خاصا ہجوم جس میں کئی غیر ملکی اخبار نویس بھی موجود تھے کھڑا تھا
چاہتے۔ عوام نہیں جانتے تھے کہ کسی کو بھٹو صاحب کی پھانسی کی خبر ہو یا کہ بیگم بھٹو جیل سے نکلتے
وقت کار کی کھڑکی کا شیشہ نیچے کر کے باہر کے لوگوں کو بھٹو کی پھانسی کی اطلاع دے دی تھی۔ ایس ایس پی

سے کہا گیا کہ پولیس ہجوم کو جیل کے بڑے گیٹ سے جنوب کی جانب سے "ڈی" بلاک کی طرف ہٹا دے اور بھٹو خاندان کی کار شمال کی جانب والے دروازے سے نکال دی جائے۔ یوں ان کی کار عوامی ہجوم سے بچا کر شمال سمت سے سہالہ ریسٹ ہاؤس لے جائی گئی۔

ادھر سہالہ ریسٹ ہاؤس کو باہر کی دنیا سے کاٹ دیا گیا۔ اس علاقے کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا۔ کوئی مدد یا ملتا تھا اور سی کی ذکر وغیرہ، 4 اپریل تک باہر نکلنے دیا گیا۔ ٹیلیفون وغیرہ کا رابطہ پہلے ہی منقطع کر دیا گیا تھا۔

بھٹو صاحب سے ان کے دو رشتہ داروں کی ملاقات کیوں نہ کرائی گئی؟

بھٹو صاحب کے کچھ رشتہ دار مثلاً مسٹر نبی بخش بھٹو، مسٹر ممتاز علی بھٹو، مسٹر اور بیگم منور الاسلام اور مسٹر ... 2 اور 3 اپریل 1979ء کو راولپنڈی میں موجود تھے اور انہوں نے 3 اپریل کی صبح دوبارہ بھٹو صاحب کے ساتھ آخری ملاقات کرنی تھی۔ ان کے لئے جیل حکام کو آگاہ کیا تھا اور بندوبست بھی کر دیا گیا تھا لیکن بیگم بھٹو اور بے نظیر کی ملاقات ختم ہوئی تو حکومت کی طرف سے یہ پیغام ملا کہ بھٹو صاحب سے اب کسی اور رشتہ دار کی ملاقات نہیں کرائی جائے گی۔ شاید حکومت بھٹو صاحب کی پھانسی کی خبر کو پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی اور اگر ان رشتہ داروں کی آخری ملاقات بھٹو صاحب سے کرائی جاتی تو جیل سے باہر نکل کر یہ خبر مشتہر کر دیتے۔

مسٹر بھٹو کو پھانسی کی سرکاری اطلاع۔ ایم ایل اے کے حکم کے مطابق متعدد جیل افسران نے تین اپریل شام چھ بجے مسٹر بھٹو کے سیل میں جا کر انہیں ان کی پھانسی کی اطلاع دی تھی۔

ا۔ جیل سپرنٹنڈنٹ مسٹر یار محمد۔

ب۔ سیکورٹی بٹالین کا کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل رفیع الدین۔

ج۔ مجسٹریٹ درجہ اول مسٹر بشیر احمد خان۔

د۔ جیل ڈاکٹر مسٹر صغیر حسین شاہ۔

یہ پارٹی شام چھ بج کر پانچ منٹ پر سیکورٹی وارڈ میں بھٹو صاحب کے سیل میں داخل ہوئی تو وہ کمرے کے اندر جو سیل میں فرش پر "گدا بچھا ہوا تھا" لیٹے ہوئے تھے۔ ان کا سر اور کندھے سیل کی شمالی دیوار کے ساتھ آرام دہ حالت میں تھے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل یار محمد نے بھٹو صاحب کو پڑھ کر یہ حکم سنایا:

"آپ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو لاہور ہائیکورٹ نے 18 مارچ 1978ء کو نواب محمد احمد خان کے قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا سنائی تھی۔ آپ کی اپیل سپریم کورٹ آف پاکستان نے 6 فروری 1979ء کو نامنظور کر دی اور ریویو پٹیشن بھی 24 مارچ 1979ء کو نامنظور کر دیا گیا۔ صدر پاکستان نے اس کیس میں مداخلت نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا آپ کو پھانسی دینے کا فیصلہ ہوا ہے۔"

جیل سپرنٹنڈنٹ جب یہ حکم سنا چکا تو بھٹو صاحب کے چہرے پر اس طرح کی کوئی گھبراہٹ یا پریشانی

کے لیے رہے۔ بلکہ ان کے جسم اور چہرے پر زمرد کی وہی چمک اور مسکراہٹ موجود رہی۔ اس وقت
تک ان کے پاس کے ریک مخروطی سا اور جیل سپرنٹنڈنٹ ان کے پاس سے شرق کی طرف ہٹ گئے تھے۔
بھٹو صاحب نے جس خود اعتمادی کے ساتھ اپنی پھانسی کی خبر سنی اس پر میں نے صرف جو ان کا ایک جملہ سنا
اندر میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا۔ میں چپ چاپ کھڑا رہا کہ اس پیشہ ور کو تم پھانسی لگا رہے ہو جو
ابھی صبح تک جو اس خط وطن دوستی میں ہے یہ سب کچھ تھے ورنہ آواز سنائی دے رہی تھی
کہ اس شخص کی موت ہماری قوم اور ہمارے ملک کے لیے سب سے بڑا المیہ ثابت ہوگی۔ میں شاید زندگی میں
پہلی بار خود پر ہر طرح کا کنٹرول ختم ہوتا محسوس کر رہا تھا۔ بھٹو صاحب نے جیل سپرنٹنڈنٹ کی آنکھوں
میں آنکھیں ڈال کر حاکمانہ انداز میں کہا (انگریزی میں گفتگو کا ترجمہ بھٹو صاحب کے اپنے الفاظ ہیں)
ا۔ پھانسی سے 24 گھنٹے پہلے مجاز اتھارٹی کی طرف سے مجھے مطلع کیا جانا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں کیا
گیا۔ اس کے برخلاف جب آج ساڑھے گیارہ بجے میری بیٹی اور میری بیوی مجھ سے ملیں تو ان کو بھی یقین
نہ تھا۔ میں نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو بلا کر اس سے ضروری وضاحت چاہی تو تب اس نے مجھے مبہم طور
پر بتایا کہ میری پھانسی کا حکم آ گیا ہے اور ان کے پاس ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میرے
دوسرے رشتہ دار جن میں میری بہن منور الاسلام اور میرا کزن ممتاز علی بھٹو میری بیوی اور بیٹی کے
چلے جانے کے بعد مجھ سے ملیں گے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ملاقاتیوں کے بعد وہ خود پونے دو بجے
آ کر ان سے میری وصیت لے لے گا۔

I should have been informed by the competent authority 24 hours prior to the execution, but it has not been done. On the contrary when my daughter and wife met me today at 11:30 hours, they were not sure about it. I called Jail superintendent and asked him necessary clarification. He then told me vaguely that the necessary order for the execution has been passed and it is with him. He also told me that my relations, my sister Monawar ul Islam and my cousin, Mr. Mumtaz Ali Bhutto would be seeing me after my daughter and wife left me. He also told me that after the visitors, he would come himself to get my 'will etc. at 13:50 hours.

ب۔ میری پھانسی کا کوئی تحریری حکم مجھے ابھی تک نہیں دکھایا گیا

No written order for my execution has been shown to me so fa

۳۔ میں چاہتا ہوں کہ جتنی جلد ہو سکے اپنے وکلاء سے ملوں۔

I want to see my counsels as soon as possible.

۴۔ میرے دوسرے رشتہ داروں کو مجھ سے ملنے کی اجازت ملنی چاہیے تھی۔

My other relative should have been allowed to see me.

۵۔ میرے دانت بہت خراب ہیں اور میں اپنے ڈینٹسٹ مسٹر ظفر نیازی سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔

My teeth are very bad and I would like to see my dentist, Mr. Zafar Niazi, immediately.

بھٹو صاحب کے ان الفاظ کے بارے میں [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] آپ کو [illegible] کیا اور بھٹو صاحب سے کہا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی ضروریات لکھ سکتے ہیں۔ جس کیلئے کاغذ وغیرہ مہیا کر دیا جائے گا۔ یہاں جیل [illegible] ہو گئی۔ میری اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ [illegible] یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں ایک مجرم ہوں۔ اتنے میں بھٹو صاحب [illegible] میں نے انہیں [illegible] سلام کیا۔ کہنے لگے میرے پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ I am feeling sickness in my tummy

انہوں نے [illegible] میں نے انہیں جواب دیا کہ آپ کی [illegible] کہا [illegible] آپ نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا۔ انہوں نے مجھے [illegible] اس وقت [illegible] رہے تھے۔ اس اثناء میں [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] کو ان کے [illegible] نکال دیا [illegible] جیل کے [illegible] سیل سے باہر چلے گئے تھے۔ بھٹو صاحب نے [illegible] عبدالرحمن کو [illegible] صاحب سے [illegible] لانے کو کہا اور [illegible] (کمی [illegible]) کے دوران انہوں نے [illegible] سے باتیں کیں۔ بھٹو صاحب نے [illegible] پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، "رفیع یہ کیا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے؟"

Rafi ! what is this drama being played ?

میری [illegible] خاموشی [illegible] کیا ہو رہا ہے؟ [illegible] میں نے کبھی آپ کے ساتھ مذاق کیا ہے؟ Sir have I ever tried to be funny with you

انہوں نے [illegible] کیا مطلب ہے [illegible] آپ سے [illegible] جواب [illegible]

قتل کیا ہے۔" آج پھر کہانی دہرائی جا رہی ہے۔

مسٹر بھٹو میں کئی مرتبہ میں نے وحشت کے دورے دیکھے۔ انہوں نے انگلی اٹھائی اور میں اپنے ہاتھ کو [illegible]

ہلاتے ہوئے کہا: [illegible] تھا۔

میں نے جواب میں کہا "جی جناب"۔

بھٹو صاحب کی آنکھیں وحشت اور خوف کی شدت سے جیسے پھٹ گئی ہوں۔ ان کے چہرے پر [illegible]

جو احساس اور تشنگی [illegible] میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں اس حالت کو بیان نہیں کر سکتا۔

میں نے کہا "اس وقت پھر کیا کس وقت اور کیا ہوا تھا؟" میں نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں

ان کے سامنے کیں جیسے ایک بچہ [illegible] ہاتھوں سے وقت بتاتا ہے۔

انہوں نے کہا: [illegible]

میں نے [illegible] جواب گئے۔

انہوں نے کہا "[illegible] رات [illegible]" [illegible] ہوئے حال میں جواب دیا۔

بھٹو صاحب [illegible] میں نے [illegible] اس وقت [illegible] ایک معصوم اور [illegible] جہاں بیٹھے ہوئے تھے جیل [illegible] میں [illegible] کی [illegible] سے

روشنیاں [illegible]

چند لمحوں کے وقفے کے بعد انہوں نے [illegible] سر کو [illegible] ہوئے [illegible] کا اشارہ کیا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد میں نے بھٹو صاحب [illegible] تجربے [illegible] ان سے آخری ملاقات [illegible] کے بعد [illegible] جنرل ضیاء الحق صاحب تک [illegible] نے میں [illegible] اس دوران بھٹو صاحب مجھے گھبراہٹ کے عالم میں اور بے حد کمزور محسوس ہوئے [illegible] انہوں نے بیٹھتے وقت مجھے اشارہ کیا کہ [illegible] کے اوپر [illegible] کرسی کے [illegible] کے اوپر بیٹھ گیا اور [illegible] کہ شاید جنرل صاحب اس وقت تک جنرل ضیاء الحق صاحب [illegible] بہرحال میں نے [illegible] کوشش کی ہے۔ [illegible] کے وقت اپنی کرسی سے آگے [illegible] اور مجھے [illegible] ایک [illegible] میں [illegible]۔ اس حالت میں [illegible] نے ان کے جسم میں ایک خفیف سی لرزش محسوس کی لیکن ان کی گھبراہٹ کافی حد تک کم ہو چکی تھی اور میں نے انہیں تقریباً نارمل حالت میں محسوس کیا۔

تھوڑا سا وقفہ کے بعد انہوں نے خود کلامی کے انداز میں کہا

میرے موکل نے ان کی کس کو اطلاع کیا ہے [illegible] میری پھانسی کا ذمہ دار ہے۔ وہ مجھے ملنا چاہتا ہے۔ اس سے ان کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔

پھر انہوں نے مجھے میری پانچ سال اور دس ماہ کی سروس [illegible] تھی۔ جب میں نے افسوس ظاہر کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

مجھے افسوس ہے کہ میرے موکل نے بھی آپ کے ساتھ [illegible] تھا۔ میں نے فوراً کہا جناب انہوں نے میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا [illegible] آپ کے خلاف [illegible] بھی [illegible] دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوئی اور آپ اس بات کا خیال نہ کریں۔

انہوں نے میری خوش اخلاقی اور ان کے ساتھ ہمیشہ شریفانہ برتاؤ کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے بھی ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں [illegible] پر وصیت لکھنا شروع کر دی ہے۔ دو بج چکے تھے۔ میں ان کے پاس بیٹھا رہا مگر مجھے [illegible] کہ میں وہاں سے اٹھ جاؤں۔ حالانکہ ان کے ساتھ [illegible] وقت گزارنا [illegible] بہت [illegible] وقت [illegible] میں [illegible] باہر آ گیا۔

جیسا کہ میں پہلے کئی بار لکھ چکا ہوں کہ بھٹو صاحب آخری پھانسی کے پھندے تک جانے کا خیال تک نہ [illegible] مقدمے کو ہمیشہ ایک سیاسی مسئلہ سمجھتے رہے۔ [illegible] لیکن [illegible] معلوم ہو چکا تھا کہ [illegible] ان کو پھانسی لگانے کا [illegible] لیکن بھٹو صاحب کو ابھی تک [illegible] معلوم [illegible] کہ جیل حکام سے پوری طرح [illegible] سرکاری اطلاع [illegible] تھی۔ بیگمات نے [illegible] بھٹو صاحب جب جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] پھانسی [illegible] جیل [illegible] تو [illegible] ملاقات [illegible] کو [illegible] بتایا گیا۔ بیگمات کی ملاقات کے بعد ہوگی۔ جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] وصیت لکھوانے [illegible] کا اسی وقت جب انہوں نے [illegible] پھانسی کے متعلق [illegible] بھی بتا دیا گیا تھا۔ [illegible] جیل [illegible] کا [illegible] بیگمات کی ملاقات ختم ہونے پر [illegible]

[illegible] شام [illegible] بجے کے بعد [illegible] سرکاری طور پر سب [illegible] بھی ان کو [illegible] شک [illegible] ہو گا۔ لیکن جب انہوں نے مجھ سے [illegible] پوچھا [illegible] بتایا تو کسی شک کی گنجائش [illegible] کیونکہ مجھے [illegible] ان کو پورا [illegible] ہو چکا تھا۔ جب انہوں نے موت کو سامنے پایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ [illegible] موت [illegible] وقت گھبرانا ایک فطری بات ہے۔ [illegible] آخری [illegible] کے جیل سے باہر جانے کے بعد انہوں نے [illegible]

سپرنٹنڈنٹ جیل خواجہ غلام رسول، سیکیورٹی آرمی کے ایک بریگیڈیئر اور حق نواز مجسٹریٹ بھٹو کی کوٹھڑی میں شام ساڑھے چھ بجے پہنچے تھے … تھے کہ وہ ان سے … جیل …

مسٹر بھٹو نے ڈپٹی صاحب آپ … وصیت … کہاں سے … مگر آپ کو ضرورت ہی کیا ہے وصیت تو عورتیں کرتی ہیں۔ میں مولوی … سب سرکاروں کے سامنے تقریریں کیا کرتا تھا کہ … میں خود مولوی ہوں۔ تم لوگ مجھے … رہے ہو۔ میں انقلابی آدمی ہوں۔ … کھانا … یار مجھے … تو دو سال خراب کیوں کیا۔ میری وصیت … ساری دنیا میں ہے۔ مجھے کسی ریسٹ ہاؤس یا کسی کوٹھی میں رکھتے اور … دیتے۔ آج … کے … ساری دنیا کے مسلمانوں سے … لیا ہے شیو کرنے کی اجازت نہیں۔ ساتھ کھڑے ہو کر … کو … بڑی بات ہے مجھے … سے بہت … ہے۔ مجھے معاف کر دینا … سے … مجھے پھانسی کے … سے … ہو۔

پھر انہوں نے … سے … ڈپٹی صاحب سے کہا … گھڑی اس سپاہی کو دے دینا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ … جناب۔ (اس وقت … گاڑی بھی لگ چکی تھی اور … 27 …)

شام … بجے ڈپٹی … مشقتی عبدالرحمن … بھٹو صاحب کے کہنے پر کافی کا کپ بنا کر دیا بھٹو صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے … سے کہا … کوئی غلطی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دینا۔ پھانسی … آخری رات تیرے ساتھ ہے۔ میں صرف چند گھنٹوں کے لئے تیرا مہمان ہوں۔

بھٹو صاحب آٹھ بج کر … منٹ سے … منٹ تک … لکھتے رہے۔ اس کے بعد تقریباً دس منٹ (نو بج کر چالیس منٹ سے … بج کر پچاس منٹ تک) وہ … پر بیٹھ کر کنگھی … کی … رکھے اور … ہے

پھر … منٹ … شیو کے ساتھ … دانت صاف کئے اور … بالوں کو کنگھی سے سنوارا۔

پھر تقریباً پانچ منٹ کے بعد … جلے ہوئے کاغذوں کی راکھ ایک کاغذ … سے صاف کرتے رہے۔

… شام دس بج کر … منٹ سے … بج کر پانچ منٹ تک لکھتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے تمام کاغذات … جلا ڈالے … جلے ہوئے کاغذات کی راکھ سارے سیل میں پھیل گئی۔ انہوں نے مشقتی عبدالرحمن کو بلایا اور … سیل صاف کرنے کو کہا۔ انہوں نے سنتری سے پوچھا کتنا وقت رہ گیا ہے۔ سنتری … بتایا کہ جناب کافی وقت ہے۔ … ایک گھنٹہ

گئے مگر سنتری خاموش رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ ایک دو گھونٹ ہی پی سکیں۔ سنتری نے جو پانی دیا تھا پھر کہا کہیں بلکہ گھونٹ ہی دے۔

گیارہ بج کر دس منٹ پر سیل کھولا گیا اور مشقتی عبدالرحمن اندر گیا اور برش سے فرش صاف کیا اور ساری گندگی باہر نکال دی۔ پھر سیل بند ہوا اور بھٹو صاحب خاموشی سے لیٹ گئے۔

گیارہ بج کر پچیس منٹ پر کہا کہ میں اٹھنے کی کوشش کروں گا کہ تھوڑی دیر سو لوں کیونکہ میں کل رات سے نہیں سویا۔ ویسے مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ مجھے جلدی ہی بیدار کریں گے۔ کچھ دیر بعد ہنستے ہوئے انہوں نے "سنو" کہا۔

گیارہ بج کر پچاس منٹ پر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل مسٹر قریشی اور کاظم حسین بلوچ آئے۔ انہوں نے باہر سے ہی مسٹر بھٹو صاحب کو جگانے کی کوشش کی مگر بے سود رہا۔ مسٹر قریشی نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو ٹیلی فون کر کے پوچھا کہ کیا کیا جائے۔ انہیں بتا دیا گیا کہ سیل کھول کر اندر جا کر مسٹر بھٹو صاحب کو جگائیں۔ مسٹر قریشی نے سیل کھول کر اندر بھٹو صاحب کو جگانے کی کوشش کی مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مسٹر قریشی نے ٹیلی فون پر انہیں اطلاع دی کہ بھٹو صاحب کوئی جواب نہیں دے رہے جیسے کہ وہ بے ہوش ہیں۔ مجھے اس خبر پر کافی فکر لاحق ہوئی کیونکہ میرے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی تھا کہ بھٹو صاحب کسی حالت میں بھی خود کشی نہ کریں۔

رات بارہ بجے میں ساتھ ایک منٹ کم میں جیل سپرنٹنڈنٹ، جیل ڈاکٹر اور محسن حسین کو لے کر جیل کی وارڈ کے سیل میں داخل ہوا۔ بھٹو صاحب سیل میں گدے پر چادر اوڑھے پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے اور ان کا منہ سیل کے دروازے کی طرف تھا۔ جب سیل کھولا گیا تو ہم اندر چلے گئے۔ چوہدری یار محمد اور جیل ڈاکٹر نے دیکھا کہ بھٹو صاحب نے ایک آنکھ کھول کر ہم سب کو دیکھا اور پھر آنکھ بند کر لی۔ میں نے اور چوہدری یار محمد نے دو تین دفعہ بلند آواز سے بھٹو صاحب کا نام لے کر پکارا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے جیل ڈاکٹر صغیر حسین شاہ صاحب سے کہا کہ وہ بھٹو صاحب کو چیک کریں۔ ڈاکٹر نے بھٹو صاحب کی نبض محسوس کی اور پھر سٹیتھو سکوپ کے ساتھ ان کے سینے کا معائنہ کیا اور ان کی آنکھ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور میرے کان میں بتایا کہ بھٹو صاحب ٹھیک ہیں۔ میں نے بھٹو صاحب کو پھر آواز دی مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے ان کے پاس جھک کر ان کے کندھے کو ہلایا اور ان کو پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے ڈاکٹر سے پھر کہا کہ ان کو چیک کریں۔ ڈاکٹر نے ایک دفعہ پھر ان کی نبض اور چھاتی کا معائنہ کیا اور اٹھ کر میرے کان میں سرگوشی کے ساتھ بتایا کہ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ میں نے ڈاکٹر کو سیل سے باہر بلایا اور دالان میں ان سے کہا کہ بھٹو صاحب جواب کیوں نہیں دے رہے؟ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا کہ بھٹو صاحب بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور میں فکر نہ کروں۔ پھر چوہدری یار محمد نے مجھے بتایا کہ جب دروازے کا تالا کھولا جا رہا تھا تو بھٹو صاحب نے ایک آنکھ کھول کر ہم سب کو دیکھا اور پھر آنکھ بند کر لی۔

گزر رہے ہیں وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ڈاکٹر نے بھی جیل سپرنٹنڈنٹ کی طرح بتایا کہ اس نے بھی بھٹو صاحب کی ایک آنکھ کھلی 'بند ہوتے دیکھی تھی۔ بلڈ پریشر نارمل ہے اور بھٹو کی نبض بالکل ٹھیک ہیں اور وہ سب کچھ فکر کے طور پر کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر بھٹو صاحب کو کچھ ہو گیا تو وہ ذمہ دار ہو گا وہ اسے کسی طریقے سے ختم دیں کہ وہ بھٹو صاحب کو چیک کرے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے کہنے پر تیسری بار بھٹو صاحب کو چیک کیا اور واپس میں آ کر مجھے بتایا کہ کرنل صاحب آپ فکر نہ کریں، بھٹو صاحب بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں وہ صرف جان بوجھ کر اس طرح کر رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر صفدر قریشی اور مسٹر علی کو بھٹو صاحب کی نگرانی پر متعین کیا اور میں واپس دفتر آ گیا۔ آدھے گھنٹے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ چند منٹوں بعد بھٹو صاحب کو دوبارہ چیک کریں۔

رات ایک بج کر دس منٹ پر بھٹو صاحب خود اٹھ بیٹھے۔ مسز قریشی نے انہیں بتایا کہ نہانے کیلئے گرم پانی موجود ہے مگر بھٹو صاحب نے جواب دیا کہ اب نہانا نہیں چاہتے۔

پھانسی: حکم کے مطابق بھٹو صاحب کو 4/3 اپریل 1979ء کی درمیانی شب دو بجے انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کی موجودگی میں پھانسی دی گئی۔ انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات چوہدری نذیر اختر راولپنڈی جیل میں 3 اپریل کی شام سے موجود تھے۔ جبکہ وہ 2 اپریل شام سے راولپنڈی آئے ہوئے تھے۔ بھٹو صاحب کی بھوک ہڑتال جس کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے کی وجہ سے ان کی جسمانی حالت دیکھ کر ایک سٹریچر کا بھی بندوبست کر لیا گیا تھا کہ اگر وہ پھانسی گھاٹ تک چل کر نہ جا سکے تو ان کو اس پر لے جایا جائے گا۔ چند ایک ہیڈ لائٹس کا بھی بندوبست کر لیا گیا تھا کیونکہ اس رات آسمان پر گہرے بادل موجود تھے اور رات کافی اندھیری تھی۔ مندرجہ ذیل افسران ایک بج کر پچیس منٹ پر بھٹو کی کوٹھڑی میں گئے۔

ا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل یار محمد

ب۔ کمانڈر سیکورٹی فورس لیفٹیننٹ کرنل رفیع الدین

ج۔ مجسٹریٹ درجہ اول اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی مسٹر بشیر احمد خان

د۔ راولپنڈی جیل ڈاکٹر صغیر حسین شاہ

ر۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل خواجہ غلام رسول

جیل اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل مجید قریشی 'ڈاکٹر حسین علوی' محمد مجاہد اور سپرنٹنڈنٹ جیل کے حکم کے مطابق چند وارڈر اور کچھ سیکورٹی وارڈز کے وارڈن کمرے سے مندرجہ بالا پارٹی (ا ۔ د) کے پیچھے پیچھے گئے۔ انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات چوہدری نذیر اختر سیدھے موت کے کنوئیں کی طرف چلے گئے۔ سیکورٹی وارڈ پھانسی گھاٹ اور ان کے درمیان راستہ پر سیکورٹی گارڈ بھی متعین کر دی گئی تھی۔

مذکورہ پارٹی (ا ۔ ر) بھٹو صاحب کے سیل کے اندر گئی۔ بھٹو صاحب گدے کے اوپر لیٹے ہوئے تھے اور جاگ رہے تھے۔ ان سے مجسٹریٹ مسٹر بشیر احمد خان نے کہا کہ کیا وہ کوئی وصیت لکھوانا چاہتے

ہیں۔ بھٹو صاحب خاموش رہے۔ بھٹو صاحب کا رنگ بالکل پھیکا اور زرد پڑ چکا تھا اور وہ جسمانی لحاظ سے نقاہت کی حالت میں تھے۔ ان کی آواز نحیف، بے حد کمزور تھی اور صاف سنائی نہ دے رہی تھی۔ انہوں نے کوشش کر کے کہا

"I had tried...but my thoughts were so upset that I could not do it. I have burnt it"

میں نے کوشش کی لیکن میرے خیالات اتنے درہم برہم تھے کہ میں نہ لکھ سکا
میں نے اسے جلا دیا۔

میں نے قریب جا کر ان سے کہا کہ جناب آپ چل کر جائیں گے یا ہم آپ کو اٹھا کر لے جائیں۔
انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا بلکہ میری آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہے۔ چند لمحوں بعد میں نے یہی فقرہ دوہرایا۔ وہ مجھے اسی طرح دیکھتے رہے اور پھر کہا "مجھے افسوس ہے" "I Pity" (انہوں نے کہا کہ لیکن ہم میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ لگائے)

میں نے آگے جا کر ان کے اوپر جھک کر کہا معاف کیجئے کاش آپ اٹھ سکیں۔ انہوں نے یہی فقرہ دوہرایا لیکن میں آواز کی کمزوری کی وجہ سے کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ میں ان کے چہرے پر پوری طرح جھک گیا اور پھر ان سے کہا معاف کیجئے کاش آپ اٹھ سکیں۔
وہ بے حد کمزوری اور غصے کے ساتھ بولے۔

"Pity My wife cut"

(مجھے افسوس ہے میری بیوی چلی گئی ہے)

وہ بے حد پُراضطراب اور مایوس حالت میں تھے۔ میں بھٹو صاحب کے جواب کے ساتھ خاموش ہو گیا۔ شاید وہ کہنا چاہتے تھے کہ وہ چل نہیں سکتے مگر یہ بھی نہیں چاہتے کہ انہیں اٹھا کر لے جایا جائے۔ شاید وہ سوچ رہے تھے کہ اگر ان کی بیوی موجود ہوتی تو انہیں سہارا دے کر لے جاتی۔
میں ان کے اس جواب پر قائل تھا اور بے بس ہو گیا۔
مجسٹریٹ نے دوبارہ آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ آپ کچھ وصیت کرنا چاہتے ہیں۔ بھٹو صاحب خاموش رہے۔ مجسٹریٹ نے دوبارہ پوچھا کہ آپ وصیت لکھوانا چاہیں گے۔ انہوں نے جواب دیا

"Yes I would like to dictate"

ہاں میں لکھوانا چاہوں گا۔

اس وقت ختم ہو چکا تھا اور جیل سپرنٹنڈنٹ نے ہیڈ وارڈر کو حکم دیا کہ وہ اپنے آدمی اندر لے جائے اور

مسٹر بھٹو کو اٹھا لیں۔ چار وارڈر اندر داخل ہو گئے اور دو نے بھٹو صاحب کے بازو اور دو نے ان کے پاؤں
اور ٹانگیں پکڑ لیں۔ ان کو اوپر اٹھایا جب ان کو اٹھایا جا رہا تھا تو وہ ہوش میں تھا۔
" مجھے چھوڑ دو" جب ان کو سٹریچر پر ڈالا گیا تو ان کی کمر تختہ دار کے ساتھ لگا دی گئی تھی اور ان
کی قمیص کا پچھلا حصہ ان دونوں جوانوں کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے کے پاؤں کے نیچے آ گیا اور قمیص پھٹ
گئی اور آدھی۔ میں نے اس قمیص کا حصہ ٹھیک کیا جو ان کے بازوؤں کے نیچے تک مڑ کر اکٹھی ہو گئی تھی
تاکہ شکل کے جیسے لگے۔ وہاں میں ان کو تختہ پر ڈال دیا گیا۔ ان کے دونوں ہاتھوں میں ان کے پیچھے
کے ساتھ ہتھکڑی لگا دی گئی۔ ڈپٹی مجسٹریٹ بشیر احمد خان ہونے کی جگہ سے کر سامنے آ گئے
صاحب نے ایک بار سے جو کہا وہ پہلے ہی سن چکے تھے۔ میں یہ سب دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اللہ
تعالیٰ کی شان دیکھیے کہ جیل کی وجہ سے پہلے مسٹر بھٹو کی بھٹو صاحب کے ساتھ بھی جو ہو رہا تھا کسی کو بھی
مجھ سے ان جیسے لوگوں کا گیا اور آج ان کی آخری وقت سے معمولی سی خواہش بھی پوری نہ ہو سکی کہ جان
کی ایک یاد بھی نہ ہو سکی۔

جلاد اور دونوں سے سٹریچر اٹھا کر دونوں کونوں سے اٹھایا۔ بھٹو صاحب نے اپنا سر گردن پر رکھتے
ہوئے اٹھائے رکھا۔ مگر وہ بے حال تھے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو نظر آیا کہ ان کے جسم
میں خون بالکل نہیں تھا۔ جس سے تقریباً دو سو پچاس (250) گز پھانسی گھاٹ تک وہ بالکل
خاموش اور بغیر حرکت کے رہے۔ پھانسی کی جگہ پر دونوں نے سٹریچر رکھا اور دو نے بھٹو صاحب
کی بغلوں کے نیچے سے دونوں اور وہ پھانسی کے تختے پر لے گئے۔ میں بھٹو صاحب کے رویے پر حیران
صرف میں نے پاؤں چلتے ہوئے دیکھے لیکن میرے ساتھ ان کے چہرے سے ایک بار رونق ہی نہ تھی
وہ جلاد نے ہاتھوں سے ہتھکڑی نکال کر ان کے دونوں ہاتھوں کو کمر کے پیچھے ایک رسی سے باندھ دیے
گئے اور پھر ہتھکڑی لگا دی گئی۔ اسی دوران تارا مسیح نے ان کے سر اور چہرے پر ماسک چڑھا دیا۔ تارا مسیح
چہرے پر ماسک کی وجہ سے سانس لینے میں دقت ہوئی یا ہاتھوں کو موڑتے ہوئے جب ان کو کمر کے پیچھے
ہتھکڑی لگائی گئی تو ہتھکڑی سخت تھی جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی اس لئے
انہوں نے کہا " یہ مجھے" شاید وہ کہنا چاہتے ہوں کہ یہ مجھے تکلیف دے رہی ہے۔ میں ان کے بالکل
نزدیک قدموں میں کھڑے تھے جب ان کی طرف سے آخری لفظ نکلا تھا۔ ان کے منہ اور میرے کانوں میں
ایک آواز صاف محسوس ہو رہی تھی ان کی یہ آخری بات پوری نہ ہو سکی۔ ٹھیک دو بج کر چار منٹ پر چار
اپریل 1979ء کو جلاد نے لیور دبا دیا اور بھٹو صاحب ایک جھٹکے کے ساتھ پھانسی کے کنویں میں گر
پڑے۔ میں نے ڈاکٹروں سے کہا کہ ان کو کنویں کے نیچے سے جا کر دیکھیں کہ بھٹو صاحب کا جسم
معمولی سا حرکت کر رہا ہے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ وہ اس وقت مردہ حالت میں تھے۔ میں اسی لئے
جنرل جیل خانہ جات کے پاس ان کر سامنے آ کر بتایا کہ لاش لٹکی ہوئی ان کے سامنے پڑی ہوئی تھیں۔

میں نے دیکھا کہ بھٹو صاحب کا سر ان کی گردن پر دائیں طرف جھک گیا تھا کیونکہ پھانسی کے پھندے کا دبا
ان کی دائیں طرف سے اوپر گیا تھا۔

بھٹو صاحب کی لاش کا اس طرح لٹکنا میرے لئے ایک نہ بھولنے والا منظر ہے۔ میں آج تک جب بھی اس منظر کو ذہن میں لاتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چند منٹ بعد جیل سے سی آئی ڈی [illegible] بھٹو صاحب کے جسم کو [illegible] ہوئے دیکھا۔ میں نے [illegible] بیٹھے ہوئے تھے [illegible] پوچھا۔ [illegible] بھٹو صاحب کی [illegible] ساتھ [illegible] (IG Prisons) سے بتایا کہ [illegible] ہاتھوں اور ٹانگوں [illegible] جسم [illegible] ہو جاتا ہے۔ (جب میں [illegible] جیل خانہ [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ [illegible] بھٹو صاحب [illegible] ان کی گھڑی اس وقت [illegible] جائے۔ اس پر [illegible] صاحب نے کہا کہ یہ گھڑی [illegible] جیل سپرنٹنڈنٹ [illegible] کہ یہ قانونی [illegible] کہا اس وقت [illegible] قصاب [illegible]" میں نے اسی وقت [illegible] گھڑی [illegible] شادی [illegible] کے حوالے کر دینا چاہیے) [illegible] کے مطابق پھانسی کے بعد [illegible] ڈاکٹر [illegible] اس سرٹیفکیٹ [illegible] کہ موت واقع ہو چکی ہے [illegible] کہ بھٹو صاحب کی گھڑی اور ان کی انگلی پر انگوٹھی [illegible] جائے۔ [illegible] اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ قریشی کو بلایا ان سے کہا کہ بھٹو صاحب کی گھڑی اور انگوٹھی اتار [illegible] بھٹو صاحب کی گھڑی تو اتار [illegible] کہ ان کے ہاتھ پر انگوٹھی نہیں ہے۔ بھٹو صاحب [illegible] تو وہ اپنی انگوٹھی کے ساتھ [illegible] میں نے مسٹر قریشی [illegible] لیکن [illegible] مسٹر قریشی [illegible] کہا کہ [illegible] تھوڑی دیر بعد مسٹر قریشی بھٹو صاحب کی انگوٹھی [illegible] کہ یہ [illegible] جیب سے ملی ہے۔

میں نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ [illegible] بھٹو صاحب کے حوالے کر دیں۔ [illegible] بعد میں [illegible] معلوم [illegible] تھا کہ بھٹو صاحب کا [illegible] گھڑی اور انگوٹھی [illegible] کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

بھٹو صاحب [illegible] پھانسی [illegible] کے بعد جیل [illegible] سرٹیفکیٹ [illegible] کہ ان کی موت واقع ہو چکی ہے [illegible] بھٹو صاحب [illegible] پھانسی کے پھندے سے [illegible]

گیا۔ ان کی میت کو غسل دیا گیا جس کا بعد میں [illegible] کیا گیا تھا۔ ایک فوٹو گرافر نے جسے ایک خفیہ ایجنسی نے بھیجا تھا ضرورت کے مطابق بھٹو صاحب کے پوشیدہ اعضاء کی تصاویر لیں۔ ان تصویروں سے مقصد یہ تھا کہ یہ شک دور ہو جائے کہ ان کے ختنے نہیں ہوئے تھے۔ بھٹو صاحب کے اسلامی طریقے سے ختنے ہوئے تھے۔

پھر ان کے جسم کو ایک لکڑی کے تابوت میں پھولوں وغیرہ کے ساتھ بند کر دیا گیا اور ان کا تابوت جیل سے تقریباً چار بج کر پانچ منٹ پر مخصوص گاڑیوں کے کانوائے میں [illegible] بجے چکلالہ روانہ ہوا۔ اس سفر میں بھی مجھے بھٹو صاحب کے ساتھ جانا تھا۔ میں ان گاڑیوں کو اپنے ساتھ چکلالہ لے گیا جہاں ایک سی ون تھرٹی 130 ہرکولیس جہاز تیار کھڑا تھا۔ بھٹو صاحب کی میت کے ساتھ 27 پنجاب کی ایک گارڈ بھی [illegible] افسر کے تحت جہاز میں [illegible] جس کو پہلے ہی تیار کر دیا گیا تھا۔ بھٹو صاحب کا تابوت [illegible] بکسوں وغیرہ کے گاڑیوں سے اتار کر ہوائی جہاز پر [illegible] جیکب آباد کے لیے روانہ ہوا۔ جب ہمارا جہاز جہلم کے اوپر پرواز کر رہا تھا تو [illegible] کی خرابی کی وجہ سے پائلٹ واپس [illegible] ہو گیا۔ چونکہ میں بھی [illegible] انچارج تھا اس جہاز کے عملے کا ایک افسر کاک پٹ سے اتر کر میرے پاس آیا اور مجھے بتایا کہ جہاز میں [illegible] کی وجہ سے ہم واپس [illegible] جا رہے ہیں [illegible] آپ کو جیکب آباد لے جائے گا۔ میں نے [illegible] سے پوچھا کہ کیا جہاز کے انجنوں میں سے کسی انجن میں چنگاری وغیرہ دیکھی گئی ہے۔ وہ صاحب [illegible] ہوئے اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا۔ چونکہ میں [illegible] سی 130 جہازوں پر [illegible] کئی موقعوں پر ایسا تجربہ حاصل ہوا تھا۔ [illegible] سے [illegible] تھا۔ [illegible] سے مجھے پتا لگا کہ [illegible] جس انجن میں [illegible] تھا اس کو بند کر دیا گیا ہے اور ہم [illegible] ابتدائی [illegible] طریقے سے پہنچ جائیں گے۔

ہم ایئر [illegible] پر [illegible] ایک [illegible] بھی [illegible] ہو سکا۔ [illegible] بے شمار [illegible] آنکھیں [illegible] تک پہنچ سکا۔

چکلالہ ایئرپورٹ پر دوسرا سی 130 [illegible] انتظار کر رہا تھا۔ بھٹو صاحب کا تابوت وغیرہ اس میں سوار کر کے ہم [illegible] جیکب آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ ہم [illegible] کی صبح [illegible] سے چند منٹ پہلے جیکب آباد کے ہوائی اڈے پر اترے جہاں ایک [illegible] کا انتظار تھا۔ [illegible] ہمراہ 7 [illegible] پنجاب رجمنٹ کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل [illegible] نے بھٹو صاحب کا تابوت وصول کیا اور [illegible] ساڑھے سات بجے صبح [illegible] کے لیے روانہ ہو گئے۔ [illegible] میں بھٹو صاحب کی قبر کھودی جا چکی تھی [illegible] دفنا دیا گیا۔

بھٹو صاحب کی پھانسی کی خبر کو کس طرح مخفی رکھا گیا؟ جب بھی [illegible] جیل میں بھٹو صاحب سے ملنے آتی تو [illegible] جیل کے گیٹ پر

اکٹھے ہو رہے تھے [illegible] ایک دوسری غیر ملکی تنظیم نے جیل کی نقشہ کشی کی تھی۔ مجھے شبہ ہوا کہ اس قسم کی تنظیمیں جیل پر دھاوا (Raid) کرنے کیلئے منظم ہو کر حملہ آور ہو سکتی ہیں۔ اس خیال سے میں نے جیل کے دروازے پر پہرہ بڑھا دیا۔ پاکستان میں اس وقت پیپلز پارٹی کا [illegible] کہہ رہا تھا کہ اندر کی خبریں دستیاب ہو سکیں لیکن ہماری [illegible] تھیں صرف وہی خبریں میڈیا کو ملتی رہیں جو حکومت [illegible] دیتے رہے۔ بھٹو صاحب کی پھانسی کی تاریخ کو چھپانے کیلئے جو حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) تین اپریل 1979 کی شام کو بیگم بھٹو اور محترمہ بے نظیر کو جیل پہنچنے سے پہلے ہی [illegible]۔ بھٹو صاحب سے ملاقات کے بعد [illegible] جیل میں [illegible] دوسرے راستے سے واپس لے جایا گیا۔ [illegible] ان کو [illegible] پوری طرح [illegible] کر دیا گیا تھا [illegible] باہر اور باہر سے اندر آ جا سکے۔

(ب) [illegible] جیل [illegible] رات کو [illegible] پھانسی دی جانی ہے تو اس لئے [illegible] جیل میں [illegible] اسی لئے جیل کے گیٹ پر [illegible] لگا دیا گیا۔

(ج) جیل کے تمام راستے بند کر دیئے گئے۔ ججوں کے [illegible] متعین [illegible] کی [illegible] صرف 27 [illegible] سے [illegible] ہو سکے۔

(د) بھٹو صاحب کو پھانسی [illegible] جیل [illegible] جیل کے گیٹ [illegible] سے [illegible] بھٹو صاحب [illegible] گاڑی کی [illegible] بھٹو صاحب کی پھانسی کی خبر [illegible] 4 اپریل 1979 کی صبح [illegible]۔

(ہ) 3/4 اپریل 1979 کی درمیانی رات [illegible]

ہوسکے۔ [illegible] ساتھیوں پر [illegible] 6 [illegible] حضرات کی پنجابی پارٹی سے گرفتار کر لئے۔ [illegible] 27 [illegible] کے [illegible] کیا [illegible] ہوا تھیں مجبور کیا کہ اس معاملے سے متعلق [illegible] ہوں۔

(ب) مجھے [illegible] بھٹو صاحب [illegible] پھانسی کی [illegible] کمشنر راولپنڈی [illegible] وقت [illegible] پھانسی کی اطلاع [illegible] تھی۔

(ج) [illegible] بیگمات کی آخری ملاقات [illegible] بھٹو صاحب کے [illegible] راولپنڈی [illegible] ان کو بھٹو صاحب سے [illegible] آخری ملاقات [illegible] اصل وجہ یہ تھی کہ ان ملاقاتوں کے [illegible] قدر کی جا سکے گی۔

[illegible] مندرجہ بالا حقائق کے باعث بھٹو صاحب کی پھانسی کی [illegible] میں [illegible] کا [illegible] ہے

3 اپریل 1979ء کو آخری ملاقات کے بعد [illegible] جب [illegible] جیل [illegible] بیگم صاحبہ [illegible] پاکستان [illegible] دوران ان بیگمات [illegible] بھٹو صاحب [illegible] 5 اپریل مجھے [illegible] بیگمات [illegible] اور مجھے ان کے [illegible] آخری لمحات کے متعلق [illegible] لیکن نامعلوم [illegible] مجھے بیگمات کے ساتھ [illegible] بھٹو صاحب کے آخری لمحات کے متعلق [illegible] نہیں کر سکتا۔

میرے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ساتھ تعلقات

مجھے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ساتھ کام کرنے کا بھی موقع ملا تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ ان کو اس وقت دیکھا جب وہ پاکستان فوج کے چیف آف اسٹاف مقرر ہوئے اور انہوں نے فوج کی کمان سنبھالنے پر سکول آف انجینئرز اٹک کا دورہ کیا جہاں میں بطور انسٹرکٹر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس موقع پر ہی پہلی بار ان سے مصافحہ ہوا۔ کھانے کی میز پر آمنے سامنے اور ایک دوسرے سے گفتگو ہوئی۔

نومبر 1977ء میں میری تبدیلی انجینئرز سکول اٹک سے 27 بٹالین راولپنڈی میں ہوئی۔ یہ بٹالین 111 بریگیڈ کا حصہ تھی۔ اس بریگیڈ کی آپریشنل ذمہ داری تو کہیں اور تھی لیکن ان دنوں اس کا کام دارالحکومت اسلام آباد، راولپنڈی کا علاقہ اور پریذیڈنسی کی حفاظت تھا۔ مارشل لاء کے نفاذ کی وجہ سے یہ بریگیڈ اہم ذمہ داری پر مامور تھا۔ 1978ء کے رمضان کے مہینے میں تینوں کمانڈنگ افسران اور وہ جوان جو صدر صاحب کی حفاظت کے ذمہ دار تھے کو آرمی ہاؤس جہاں صدر صاحب رہتے تھے میں افطار پر مدعو کیا گیا۔

افطاری اور مغرب کی نماز کے بعد ہم سب کھانے کی میز پر آگئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب آ کر میری کرسی کے ساتھ والی نشست پر تشریف فرما ہوئے۔ دراصل اس دعوت پر جانے سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ اگر مجھے صدر صاحب کے ساتھ اس قدر نزدیک بیٹھ کر ایک آدھ گھنٹہ گفتگو کرنے کا موقع ملا تو میں ان

کریں گے ہم اس عظیم مقصد کو حاصل نہ کر پائیں گے۔ ان کی شخصیت بننے کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ جناب اسلامی نظام کو رائج کرنے میں ان کے خیال میں کتنا وقت درکار ہو گا؟ چونکہ جنرل ضیاء صاحب کو مارشل لاء لگائے ہوئے اور پھر اسلامی نظام رائج کرنے کے متعلق بیانات دیتے ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا اور عوام محسوس کرنے لگے تھے کہ وعدے کے مطابق الیکشن جلد از جلد ہوں اور اگر نظام مصطفیٰ کا ہی آغاز ہو جائے تو کیا بات! جنرل صاحب نے فرمایا کہ اس نظام کو رائج کرنے میں انہیں کچھ وقت درکار ہو گا۔ میں اس رات جنرل صاحب کے ساتھ اپنے پورے اعتقاد اور یقین کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ جناب اگر آپ نے اپنی پوری طاقت اور ایمان کے ساتھ اس نظام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا تو اسلامی نظام بھی بدنام ہو گا، ڈکٹیٹرشپ اور مارشل لاء بدنام ہو جائے گا۔ قائد اعظم، لیاقت علی اور بھٹو صاحب کے بعد ملک میں کتنے نظام آئے، میں نے عرض کیا کہ اگر اسلامی نظام بھی پہلے کی طرح محض سیاسی نعرہ بازی کے طور پر رائج کرنے کی کوشش کی گئی تو خدانخواستہ دنیا کہے گی کہ یہ بھی دوسرے نظاموں کی طرح ناکام ہو گیا۔ انشاء اللہ اسلام کبھی ... کوئی روک نہ سکے گا۔ انہوں نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور چند لمحوں بعد اپنے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: ربیع الرحمٰن صاحب! ایسا ہرگز نہ ہو گا۔

چونکہ مجھے دور دور تک بینکوں کا سودی نظام کے ختم ہونے کا امکان نظر نہ آتا تھا اس لئے میں نے ایک طرح کی خاموشی کے بعد جنرل صاحب سے پوچھا کہ جناب آپ کی خواہش اسلامی طریقے سے بینکنگ کو کس طرح چلانے کا سوچ رہی ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا: بھئی ذرا انتظار کیجئے، ہم اس کام پر لگے ہوئے ہیں اور جلد بینکوں سے سودی نظام ختم کر دیا جائے گا۔

گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے میں نے ان سے پوچھا کہ جناب آپ ایک سپاہی سے سیاستدان بن کر کیسے محسوس کر رہے ہیں۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ ربیع صاحب! سیاست بڑی گندی چیز ہے۔ پھر وہ کہنے لگے: میں ملک و قوم کے لئے کتنا ہی اچھا کیوں نہ سوچوں لیکن ہمارے سیاستدان اس کی ضرور مخالفت کرتے ہیں اور بدقسمتی یہ ہے کہ کوئی بھی اس کے بجائے اپنا کوئی حل نہیں بتاتا، صرف مخالفت برائے مخالفت کئے جاتے ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ سیاست آپ جیسے سیدھے آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ جناب آپ بہت جلد ان کی سیاست بھی سیکھ لیں گے جس طرح میں ... اور ... ان کو شکست دے رہا ہوں۔

میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے بھٹو صاحب کے متعلق یا جیل کے حالات پر کچھ گفتگو ضرور کریں گے لیکن انہوں نے اس طرف کوئی اشارہ تک نہ کیا بلکہ مجھ سے بھی میری جیل میں قید کے دوران ... انہوں نے اس موضوع پر کبھی اشارۃً بھی بات چیت نہیں کی اور مجھے شک ہونے لگا کہ انہیں میری جیل کی مصروفیات کا علم ہی نہیں۔ شاید ... 1978ء کی دوسری عید کے موقع پر جب میں آرمی ہاؤس میں ان سے ملنے گیا

تو جنرل ضیاء صاحب نے مجھے گلے لگاتے ہوئے میرے کان میں آہستہ سے کہا: ربیع صاحب کیا حال ہیں آپ کے؟ تب مجھے یقین ہوا کہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔

افطار اور اس کے بعد دوسرے ملاقاتی افسروں کے ساتھ میں نے بھی اجازت لی۔ جنرل صاحب نے میرے ساتھ بڑی گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ میرے گھر پہنچنے کے تقریباً پچاس منٹ بعد مجھے صدر صاحب کے ملٹری سیکرٹری بریگیڈیئر ظفر (مرحوم) نے ٹیلیفون کیا اور بتایا کہ صدر ضیاء الحق صاحب دو دنوں میں عمرہ ادا کرنے سعودی عرب تشریف لے جا رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ (کرنل ربیع الدین) بھی ان کے ساتھ جائیں۔ اس لئے مجھے انہوں نے اطلاع دی کہ میں کل صبح اسلام آباد پہنچ جاؤں۔

میں صدر صاحب کی خاص فلائٹ میں ان کے ساتھ سفر کیا۔ ہم نے ایک دن اور ایک رات مکۃ المکرمہ میں گزاری اور دو دن اور ایک رات مدینہ منورہ میں۔ یہ جب ہم لوگ سعودی شاہی مہمان تھے۔ لیکن شام کے کھانے اور عشائیہ کے علاوہ ہم لوگوں نے ہر وقت حرم شریف اور مسجد نبوی میں گزارا۔ میں نے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو ساری ساری رات نوافل ادا کرتے یا تلاوت میں مشغول دیکھا۔ ان کی اس لگن نے میرے دل میں ان کے لئے بہت محبت اور عزت پیدا کر دی۔ اس سفر کے دوران میری صدر صاحب کے ساتھ کئی مرتبہ تنہا ملاقات ہوئی لیکن سوائے اسلام، تعلیم و تنظیم جماعت کے کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی۔ واپس آنے کے بعد کئی دفعہ راولپنڈی میں میری جنرل صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ ہمیشہ بڑے تپاک سے ملا کرتے تھے۔

جنرل صاحب نے میری تعیناتی ملٹری انٹیلی جنس میں منتقل کر دی گئی۔ چند ہفتوں بعد مجھے ملٹری سیکرٹری نے بلا بھیجا۔ ملاقات کے دوران انہوں نے مجھے بتایا کہ تمام رپورٹوں کے مطابق میری کارکردگی اچھی ہے اور صدر صاحب نے انہیں حکم دیا کہ مجھے باہر کسی ملک میں ملٹری اتاشی لگا کر بھیج دیا جائے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس کیلئے مجھے ملک سے باہر جانے کی تیاری کرنی چاہئے۔

چند دنوں بعد میری تبدیلی ملٹری انٹیلی جنس سے کر دی گئی جہاں 1980ء کے آخری دنوں میں ایک تقریب کے دوران میرا اور جنرل ضیاء الحق صاحب کا آمنا سامنا ہوا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کرنل ربیع تم ابھی تک یہاں ہی ہو۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے باہر بھیجنے کے احکامات صادر کئے گئے تھے لیکن نامعلوم وجوہات کی بناء پر ابھی تک ان پر عمل نہیں ہوا۔ جنرل صاحب نے اپنے ملٹری سیکرٹری کو ہدایت دی اور مجھے آخر کار 1981ء کے آخر میں جکارتہ ایمبیسی میں ملٹری اتاشی مقرر کر دیا گیا۔

جنرل ضیاء الحق صاحب نے 1982ء کے آخری دنوں میں انڈونیشیا اور ملائشیا کا سرکاری دورہ کیا۔ آپ مجھے اور میری بیگم سے بڑی خوش دلی کے ساتھ ملے۔ ان کے دورے کے دوران میں نے انہیں انڈونیشیا، ملائشیا، سنگاپور اور دوسرے ممالک پر بریفنگ دی اور ان کا کامیاب دورے کا اہتمام کیا جس

پر بہت خوش ہوئے۔ اس دورے کے دوران میں نے ان کے ساتھ اپنا خاصا وقت الگ تھلگ بھی گزارا۔ چونکہ وہ دن رات گھر رہ کر کام کرتے تھے اس لئے میں نے ان کے ساتھ کئی گھنٹے گزارے اور انہیں خاص کر [illegible] کے [illegible] پر بریف کیا اور ان کے کئی شکوک کے جواب دیئے گئے۔ اس دورے کے دوران بھی انہوں نے [illegible] کے کسی دوسرے پہلو پر مجھ سے کوئی بات چیت نہ کی۔

میں اگست 1984ء میں واپس پاکستان آ گیا۔ شاید میرے ایس ایس جی اور انٹیلی جنس کے پس منظر کی بناء پر مجھے آئی ایس آئی [illegible] اسلام آباد میں ایک خاص کام سونپا گیا۔ ان فرائض کے دوران مجھے صدر جناب ضیاء الحق صاحب کے ساتھ کئی مرتبہ ملاقات کا موقع ملا۔ چونکہ ہمارے کام کی نوعیت قومی لحاظ سے بہت اہم تھی اس لئے [illegible] تھی۔ میں صدر صاحب تقریباً ایک دن صبح سے شام تک آئی ایس آئی کے اس شعبے میں گزارا کرتے تھے جہاں [illegible] کئی مرتبہ عصری نمازیں بھی پڑھ کر جایا کرتے تھے۔ ایسے موقعوں پر صدر صاحب کو متعلقہ افسران آئی ایس آئی کی کارکردگی پر بریفنگ دیا کرتے تھے اور آئندہ کے پلان پر بحث ہوا کرتی تھی۔ ان دنوں مجھے [illegible] اہم شخصیات کے ساتھ صدر صاحب کی ملاقاتوں کا بندوبست کرنا پڑتا تھا جس میں [illegible] وغیرہ کا [illegible] بلکہ ان ملاقاتوں کا علم تک نہ ہوتا تھا۔ اس دوران مجھے [illegible] سب سے زبردست [illegible] رکھنے والی شخصیت سے [illegible] ملاقات کا بھی موقع ملا۔ ان چند سالوں کے دوران جنرل ضیاء الحق صاحب کے ساتھ کئی [illegible] ملاقاتیں ہوئیں [illegible] گفتگو [illegible] صرف قومی ذمہ داریوں تک محدود رہی۔

1987ء کے آخری دنوں میں [illegible] صدر صاحب کے ملٹری سیکرٹری کے [illegible] سے ملاقات کا وقت ملا جس کے دوران میں نے [illegible] مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ مجھے اپنی یادداشتیں لکھنی چاہئیں۔ جنرل ضیاء الحق صاحب جو میرے ساتھ [illegible] بیٹھے [illegible] رہے تھے میری یہ بات سن کر [illegible] کہا کہ [illegible] کئی سال گزر چکے ہیں اور لوگ اسے بھول چکے ہیں [illegible] مجھے انہوں نے [illegible] اس [illegible] ایک مسکراتے جنرل [illegible] کمرے [illegible] انہیں کبھی ایسی حالت میں نہ دیکھا تھا۔ [illegible] ملاقات کے [illegible] اپنی کرسی سے [illegible] ہاتھ ملایا۔ [illegible] قدم باہر نکلنے کیلئے [illegible] انہوں نے مجھے [illegible] کہ [illegible] تمہیں کبھی بھی [illegible] اہم [illegible] ضرور [illegible] نصیحت کے طور پر [illegible] کوشش [illegible] کی کوشش کریں۔ میں [illegible] خاموش ہو گیا [illegible] قدموں سے ایوان صدر سے

واپس آ گیا۔

6 مارچ 1988ء میں، میں نے بیٹے کی شادی کے موقع پر صدر جنرل ضیاء الحق صاحب کو دعوت ولیمہ کا کارڈ ایک خط کے ساتھ بھیجا۔ مجھے اطلاع دی گئی کہ صدر صاحب کی بیگم صاحبہ حج کیلئے ملک سے باہر گئی ہوئی ہیں البتہ جناب صدر اس موقع کو رونق بخشیں گے۔ ولیمہ پر صدر صاحب ہمارے کالج والی راولپنڈی تشریف لائے۔ وہ اس شام بہت ہشاش بشاش تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک اہم امریکی وفد کمیشن سے ان کی ملاقات تھی لیکن میرے بیٹے کی شادی بھی ان کے لئے کم ضروری نہ تھی۔ انہوں نے دولہا اور دلہن کو تحائف سے نوازا اور کافی دیر پارٹی کو رونق بخشی۔ جاتے وقت میرے شکریہ کے بعد انہوں نے مجھے، بیگم اور میرے بیٹے ڈاکٹر ناصر کو اور بہو صاحبہ کو ایوان صدر آنے کی دعوت دی۔ چونکہ بیگم ضیاء الحق صاحبہ حج کیلئے ملک سے باہر کافی عرصہ گزار کر واپس لوٹیں ہم سیاحت کیلئے نہ جا سکے۔ اور یہ ملاقات بھی میری جنرل ضیاء الحق صاحب کے ساتھ آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

راولپنڈی جیل میں بھٹو صاحب کے ساتھ ملاقاتوں کا ریکارڈ

بھٹو صاحب کو 17 مئی 1978ء کی صبح کوٹ لکھپت جیل لاہور سے سنٹرل جیل راولپنڈی لایا گیا۔ چار اپریل 1979ء ان کو پھانسی دی جانے تک اسی جیل میں رکھا گیا۔ اس دوران ان سے ملنے والوں کا مکمل ریکارڈ درج ذیل ہے۔ اس ریکارڈ میں میرے اور جیل حکام کے علاوہ جو بھی ان سے ملا، سیکورٹی وارڈن ان کے سیل تک گیا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	نام ملاقاتی	سیل میں داخلے کا وقت	سیل سے نکلنے کا وقت	کیفیت
1	19 مئی 78ء	مسٹر یوسف محمد اعوان	11 بجکر 20 منٹ	1 بجکر 5 منٹ دوپہر	بھٹو صاحب کے ایڈووکیٹ
2	20 مئی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجکر 15 منٹ	3 بجکر 50 منٹ	
		مسٹر غلام علی میمن	بعد دوپہر	بعد دوپہر	بھٹو صاحب کے وکلاء
		مسٹر یوسف محمد اعوان	"	"	
3	21 مئی 78ء	بیگم نصرت بھٹو	9 بجکر 35 منٹ	12 بجکر 35 منٹ	پنڈی جیل میں پہلی ملاقات
4	21 مئی 78ء	مسٹر غلام علی میمن	2 بجکر 35 منٹ	4 بجکر 40 منٹ	
		مسٹر یوسف محمد اعوان	بعد دوپہر		

5	22 مئی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجکر 10 منٹ	3 بجکر 15 منٹ	
		مسٹر غلام علی میمن	ایضاً		
6	24 مئی 78ء	مسز بیگم نصرت صاحبہ	9 بجکر 30 منٹ	12 بجکر 15 منٹ	[illegible]
7	24 مئی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	1 بجکر 35 منٹ	2 بجکر 50 منٹ	
		مسٹر دوست محمد اعوان	ایضاً	ایضاً	
		مسٹر غلام علی میمن	"	"	
8	25 مئی 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	12 بجکر 40 منٹ	1 بجکر 20 منٹ	
			ایضاً	ایضاً	
9	27 مئی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	1 بجکر 45 منٹ	3 بجکر 15 منٹ	
		مسٹر دوست محمد اعوان	ایضاً	ایضاً	
		مسٹر غلام علی میمن			
10	28 مئی 78ء	بیگم نصرت بھٹو	9 بجکر 40 منٹ	12 بجکر 15 منٹ	
11	29 مئی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجکر 20 منٹ	3 بجکر 35 منٹ	[illegible]
		مسٹر غلام علی میمن	ایضاً	ایضاً	[illegible]
12	30 مئی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	ایک بجے	ایک بجکر 35 منٹ	
		مسٹر دوست محمد اعوان	ایضاً	ایضاً	

13	31 مئی 78ء	مسٹر غلام علی میمن	ایک بجکر 30 منٹ بعد دوپہر	4 بجے بعد دوپہر
14	یکم جون 78ء	مسٹر غلام علی میمن	2 بجے بعد دوپہر	3 بجے بعد دوپہر
15	2 جون 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجکر 30 منٹ بعد دوپہر	3 بجے بعد دوپہر
16	3 جون 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجے	1 بجکر 45 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن	بعد دوپہر	بعد دوپہر
17	4 جون 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجے	3 بجکر 25 منٹ
		مسٹر دوست محمد اعوان	بعد دوپہر	بعد دوپہر
18	5 جون 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجکر 5 منٹ	3 بجکر 10 منٹ
		مسٹر دوست محمد اعوان	بعد دوپہر	بعد دوپہر
19	6 جون 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	ایک بجکر 49 منٹ	3 بجکر 25 منٹ
		مسٹر دوست محمد اعوان	بعد دوپہر	بعد دوپہر
20	7 جون 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	2 بجے	3 بجکر 15 منٹ
		مسٹر دوست محمد اعوان	2 بجکر 35 منٹ	.
21	8 جون 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	7 بجے شام	8 بجکر 5 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		شام
22	9 جون 78ء	بیگم نصرت بھٹو	دو بجکر 35 منٹ	12 بجکر 40 منٹ

23	10 مئی 78ء	مسز یحییٰ بختیار مسز غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 25 منٹ	وکلاء شام کا کھانا ساتھ لائے
24	11 مئی 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	7 بجکر 15 منٹ	8 بجکر 20 منٹ	
25	12 مئی 78ء	مسز غلام علی میمن	شام	شام	
26	14 مئی 78ء	مسٹر یوسف محمد اعوان مسز جمیلہ کو	7 بجے	8 بجے شام	
27	14 مئی 78ء	کرنل ڈاکٹر	9 بجکر 30 منٹ	10 بجکر 10 منٹ	ڈاکٹر صاحب کی مرضی سے بھٹو صاحب کے کہنے پر جیل ڈاکٹر و اندر بلایا گیا۔
28	15 مئی 78ء	مس بے نظیر بھٹو	10 بجکر 45 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ دوپہر	
29	15 مئی 78ء	لیفٹیننٹ جنرل ڈاکٹر شوکت حسن	6 بجے شام	6 بجکر 45 منٹ	بھٹو صاحب کے معائنہ کیلئے شام سے پہلے ... افسر جو جیل میں داخل ہوئے۔
30	15 مئی 78ء	مسز غلام علی میمن مسز جمیلہ کو	6 بجکر 55 منٹ شام	8 بجے شام	
31	17 مئی 78ء	مسز غلام علی میمن مسز جمیلہ کو	7 بجے شام	8 بجکر 10 منٹ	انہی وکلاء سے دن 2 بجے ملے دوست ... ملاقات ... صاحب کے بچے۔

32	18 جون 78ء	محترمہ بے نظیر بھٹو	11 بجکر 50 منٹ	3 بجکر 5 منٹ	بھٹو صاحب کی [illegible] بیگم۔ وہ ایک ایک [illegible] بیگم [illegible] بھٹو صاحب کے [illegible]
33	8 جون 78ء	مسز [illegible] کھو	7 بجکر 10 منٹ	8 بجکر 5 منٹ شام	
34	9 جون 78ء	مسز [illegible]	[illegible] بجکر [illegible] منٹ	8 بجکر 5 منٹ شام	
35	20 جون 78ء	مسز [illegible] کھو	7 بجے شام	8 بجے شام	
		مسٹر [illegible]			
36	21 جون 78ء	مس بے نظیر بھٹو	[illegible] بجکر [illegible] منٹ	[illegible] بجکر [illegible] منٹ	مس بے نظیر صاحب کا [illegible]
37	"	بیگم نصرت بھٹو	6 بجکر 15 منٹ	6 بجکر 10 منٹ	
38	22 جون 78ء	مسٹر یوسف [illegible]	7 بجے شام	8 بجے شام	
		مسز [illegible]	"	"	"
39	23 جون 78ء	مسٹر یوسف [illegible]	7 بجکر 20 منٹ	8 بجکر 16 منٹ شام	
		مسز [illegible]			
40	25 جون 78ء	مسٹر عبدالحفیظ کھو	7 بجے شام	9 بجے شام	
		مسٹر غلام علی میمن	"	"	
41	26 جون 78ء	مسٹر عبدالحفیظ کھو	7 بجے شام	8 بجکر [illegible] منٹ شام	
		مسٹر غلام علی میمن			

42	27 جون 78ء	مسٹر علی حیدر مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام	
43	28 جون 78ء	مسٹر علی حیدر مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 26 منٹ شام	
44	29 جون 78ء	مسٹر علی حیدر مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام	
45	یکم جولائی 78ء	مسٹر علی حیدر مسٹر یوسف محمد اعوان	7 بجے شام	8 بجکر 15 منٹ شام	
46	2 جولائی 78ء	مسٹر علی حیدر مسٹر یوسف محمد اعوان	7 بجے شام	8 بجے شام	وکلاء صفائی صاحب کیلئے شام کا کھانا بھی لایا گیا
47	3 جولائی 78ء	مسٹر غلام علی میمن مسٹر عبدالقیوم	7 بجے شام	8 بجے شام	
48	4 جولائی 78ء	مسٹر یوسف محمد اعوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 15 منٹ شام	
49	5 جولائی 78ء	مسٹر علی حیدر مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 10 منٹ	

50	6 جولائی 78ء	مسٹر غلام علی میمن مسٹر دوست محمد راہمون	7 بجے شام	8 بجے شام
51	8 جولائی 78ء	بیگم نصرت بھٹو	10 بجکر 45 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ
52	8 جولائی 78ء	مسٹر دوست محمد راہمون مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 15 منٹ شام
53	9 جولائی 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	2 بجکر 30 منٹ
54	9 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 10 منٹ شام	8 بجکر 10 منٹ شام
55	10 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر دوست محمد راہمون	7 بجکر 10 منٹ	8 بجکر 25 منٹ شام
56	11 جولائی 78ء	مسٹر دوست محمد راہمون مسٹر [illegible]	7 بجے شام	8 بجکر 30 منٹ
57	12 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 10 منٹ شام
58	13 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر دوست محمد راہمون	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 25 منٹ شام

59	15 جولائی 1978ء	مس بے نظیر بھٹو	ایک بجے دوپہر	3 بجکر 20 منٹ
60	15 جولائی 1978ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 5 منٹ
61	16 جولائی 1978ء	میجر نصیر [illegible]	3 بجکر 5 منٹ	8 بجے شام
62	16 جولائی 1978ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر دوست محمد خان	7 بجے شام	8 بجے شام
63	17 جولائی 1978ء	مسٹر دوست محمد خان مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 5 منٹ شام
64	18 جولائی 1978ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام
65	19 جولائی 1978ء	[illegible]	ایک بجکر 0 منٹ	ایک بجکر 10 منٹ دوپہر
66	19 جولائی 1978ء	مسٹر دوست محمد خان مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 5 منٹ شام
67	20 جولائی 1978ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 15 منٹ شام
68	22 جولائی 1978ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجے دوپہر	2 بجے دوپہر
69	22 جولائی 1978ء	مسٹر دوست محمد خان	7 بجے شام	8 بجے شام

70	23 جولائی 78ء	مسٹر ڈی۔ایم۔اعوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام
71	24 جولائی 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجے دن	ایک بجکر 15 منٹ دوپہر
72	24 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام
73	25 جولائی 78ء	مسٹر ڈی۔ایم۔اعوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 10 منٹ شام
74	26 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ شام	8 بجکر 10 منٹ شام
75	27 جولائی 78ء	مسٹر ڈی۔ایم۔اعوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 3 منٹ شام	8 بجکر 12 منٹ شام
76	29 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ شام	8 بجکر 5 منٹ شام
77	30 جولائی 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجکر دوپہر	2 بجکر 30 منٹ سہ پہر
78	30 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 20 منٹ شام

79	31 جولائی 78ء	بیگم نصرت بھٹو	12 بجکر 20 منٹ	2 بجکر 50 منٹ	
80	31 جولائی 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 10 منٹ	8 بجکر 5 منٹ شام	
81	یکم اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 10 منٹ شام	
82	2 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجکر 8 منٹ شام	
83	3 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 10 منٹ شام	
84	4 اگست 78ء	ڈاکٹر انصاری ڈاکٹر لطیف احمد ڈاکٹر اسلم ارشد ڈاکٹر صدیقی	12 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ بعد دوپہر	ڈاکٹر صاحبان بھٹو صاحب کی میڈیکل چیک اپ کے لئے بلائے گئے
85	5 اگست 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجکر 5 منٹ	2 بجکر 20 منٹ بعد دوپہر	
86	5 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	7 بجکر 15 منٹ	8 بجکر 15 منٹ شام	

8[illegible]	6 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد عوان مسٹر عبداللطیف لاکو	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 10 منٹ شام	
88	7 اگست 78ء	ٹیک ڈاکٹر سول ہسپتال راولپنڈی	ایک بجکر 40 منٹ	ایک بجکر 50 منٹ بعد دوپہر	ڈاکٹر صاحب کو چیک اپ کیلئے آئے
89	7 اگست 78ء	مسٹر علی نثار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر [illegible] منٹ شام	
90	8 اگست 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 20 منٹ	2 بجکر 20 منٹ	
91	8 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد عوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 10 منٹ	8 بجکر [illegible] منٹ شام	
92	9 اگست 78ء	مسٹر علی نثار، مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 40 منٹ	8 بجکر 55 منٹ شام	
93	10 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد عوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر 45 منٹ شام	
94	[illegible] اگست 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجکر 15 منٹ	2 بجکر [illegible] منٹ بعد دوپہر	
95	[illegible] اگست 78ء	مسٹر علی نثار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر [illegible] منٹ شام	
96	[illegible] اگست 78ء	مسٹر دوست محمد عوان	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر [illegible] منٹ	

		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		شام
97	4 اگست 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 45 منٹ	3 بجے سہ پہر
98	13 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر 15 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		شام
99	16 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	7 بجکر 15 منٹ	8 بجکر 55 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		شام
100	17 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر 40 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
101	18 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	7 بجکر 10 منٹ	7 بجکر 40 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		شام
102	19 اگست 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجکر 20 منٹ	2 بجکر 40 منٹ سہ پہر
103	19 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر 45 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		
104	20 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار		
		مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 30 منٹ	8 بجکر 30 منٹ شام
105	21 اگست 78ء	بیگم نصرت بھٹو	12 بجے دوپہر	3 بجے سہ پہر

106	21 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 35 منٹ	8 بجکر 25 منٹ شام	
107	22 اگست 78ء	ڈاکٹر نیازی	11 بجکر 15 منٹ	12 بجکر 15 منٹ	
108	22 اگست 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 25 منٹ	8 بجے شام	
109	23 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی مسٹر عبد الحفیظ لاکھو	6 بجکر 35 منٹ	8 بجے شام	
110	24 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی	6 بجکر 45 منٹ	8 بجے شام	
111	26 اگست 78ء	میجر محمد حنیف ڈی۔ ایس۔ پی	9 بجکر 30 منٹ	10 بجکر 45 منٹ	بھٹو صاحب کے وکیل کے ملازم کے ساتھ آئے
112	26 اگست 78ء	سی۔ بی۔ مجید	11 بجکر 40 منٹ	2 بجکر 35 منٹ	
113	26 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی	6 بجکر 42 منٹ	8 بجکر 5 منٹ	
114	27 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی	6 بجکر 35 منٹ	7 بجکر 40 منٹ	
115	28 اگست 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 45 منٹ	[illegible] بجکر 45	
116	28 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی	6 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 40 منٹ	
117	29 اگست 78ء	مسٹر یوسف لاکھانی	6 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 45 منٹ	

118	30 اگست 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 35 منٹ	8 بجے شام	
119	31 اگست 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 30 منٹ	8 بجے شام	
120	2 ستمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 23 منٹ	ایک بجکر 25 منٹ	
121	2 ستمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	2 بجکر 20 منٹ	4 بجکر 15 منٹ	
122	2 ستمبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 33 منٹ	7 بجکر 50 منٹ	
123	3 ستمبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 35 منٹ	7 بجکر 10 منٹ	
124	4 ستمبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 40 منٹ	
125	5 ستمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	ایک بجکر 15 منٹ	3 بجکر 20 منٹ	
126	6 ستمبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 45 منٹ	7 بجکر 30 منٹ	
127	9 ستمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 20 منٹ	2 بجکر 20 منٹ	
128	9 ستمبر 78ء	ڈاکٹر شفیع سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال راولپنڈی	4 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 10 منٹ	بھٹو صاحب کے دانتوں کا علاج کرنے آئے
129	9 ستمبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 50 منٹ	7 بجکر 40 منٹ	
130	0 ستمبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 40 منٹ	
131	2 ستمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجے دن	ایک بجکر 50 منٹ	
132	2 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 30 منٹ	8 بجے شام	

133	13 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 20 منٹ	7 بجکر 15 منٹ
		مسٹر یوسف عبداللہ ہارون		
134	14 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 50 منٹ
		مسٹر یوسف عبداللہ ہارون		
135	16 ستمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	10 بجکر 50 منٹ	ایک بجکر 25 منٹ
136	16 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 20 منٹ	8 بجکر 30 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 35 منٹ	8 بجکر 30 منٹ
137	17 ستمبر 78ء	مسٹر دوست محمد فیضان	6 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 50 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
138	18 ستمبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 35 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
139	19 ستمبر 78ء	ڈاکٹر ...	10 بجے صبح	10 بجکر 30 منٹ
140	19 ستمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	10 بجکر 50 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ
141	19 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 40 منٹ	8 بجکر 10 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
142	20 ستمبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 45 منٹ	7 بجکر 45 منٹ

143	21 ستمبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 45 منٹ	
		مسٹر [illegible]			
144	22 ستمبر 78ء	ڈاکٹر [illegible]	5 بجکر 20 منٹ	5 بجکر 40 منٹ	
145	23 ستمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ	
146	23 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار			
		مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 37 منٹ	7 بجکر 55 منٹ	
147	24 ستمبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 50 منٹ	7 بجکر 55 منٹ	
		مسٹر غلام علی میمن			
148	25 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 55 منٹ	
		مسٹر غلام علی میمن			
149	26 ستمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	10 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ	
150	26 ستمبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 50 منٹ	
		مسٹر دوست محمد اعوان			
151	27 ستمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 30 منٹ	9 بجے شام	
		مسٹر غلام علی میمن			
152	27 ستمبر 78ء	میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کرنل [illegible]	9 بجکر 30 منٹ	9 بجکر 45 منٹ	بھٹو صاحب کا
		ڈاکٹر [illegible]	"	"	میڈیکل چیک اپ

		ڈاکٹر محمد اشرف	9 بجکر 35 منٹ	-
153	28 ستمبر 78ء	مسٹر علی گیلانی	6 بجکر 35 منٹ	7 بجکر 55 منٹ
		مسٹر غلام علی کھن		
154	30 ستمبر 78ء	مس سیدہ نفیس بیگم	11 بجکر 45 منٹ	2 بجکر 15 منٹ
155	30 ستمبر 78ء	مسٹر یوسف رضا گیلانی	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 50 منٹ
		مسٹر غلام علی کھن		
156	یکم اکتوبر 78ء	مسٹر علی گیلانی	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 50 منٹ
		مسٹر یوسف رضا گیلانی		
157	2 اکتوبر 78ء	مسٹر یوسف رضا گیلانی	6 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 40 منٹ
		مسٹر غلام علی کھن		
158	3 اکتوبر 87ء	بیگم نصرت عثمان	11 بجکر 45 منٹ	2 بجکر 15 منٹ
159	3 اکتوبر 78ء	مسٹر علی گیلانی	6 بجکر 45 منٹ	7 بجکر 50 منٹ
		مسٹر غلام علی کھن		
160	4 اکتوبر 78ء	مسٹر علی گیلانی	6 بجکر 35 منٹ	7 بجکر 35 منٹ
		مسٹر یوسف رضا گیلانی		
161	5 اکتوبر 78ء	مسٹر غلام علی کھن	6 بجکر 35 منٹ	7 بجکر 35 منٹ
162	7 اکتوبر 78ء	مس سیدہ نفیس بیگم	11 بجکر 50 منٹ	2 بجکر 10 منٹ

مسٹر یحییٰ بختیار،

163	7 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 40 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
164	8 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار، انعام الحق	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 40 منٹ
165	9 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 35 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
166	10 اکتوبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 15 منٹ	ایک بجکر 30 منٹ
167	10 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار		
		مسٹر غلام علی میمن	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 45 منٹ
168	11 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 35 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		
169	12 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 30 منٹ	7 بجکر 35 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
170	14 اکتوبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 20 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ
171	14 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	7 بجے شام	8 بجکر 5 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		
172	15 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	6 بجکر 40 منٹ	7 بجکر 40 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		

173	16 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجے شام
174	17 اکتوبر 78ء	بیگم عشرت کھو	ایک بجکر 15 منٹ	3 بجکر 30 منٹ
175	17 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام
176	18 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجے شام
177	19 اکتوبر 78ء	مسٹر صدیق کھرل	4 بجکر 35 منٹ	5 بجکر 55 منٹ
178	19 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اوان مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 10 منٹ
179	21 اکتوبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 15 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ
180	21 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجکر 5 منٹ	8 بجے شام
181	22 اکتوبر 78ء	مسٹر دوست محمد اوان مسٹر عبدالحفیظ لکھو	7 بجکر 5 منٹ	8 بجکر 10 منٹ
182	23 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	7 بجے شام	8 بجے شام

183	24 اکتوبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	12 بجکر 25 منٹ	2 بجکر 40 منٹ
184	24 اکتوبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	7 بجے شام	8 بجے شام
		مسٹر غلام علی میمن		
185	25 اکتوبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		
186	26 اکتوبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		
187	28 اکتوبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجکر 40 منٹ	2 بجکر 50 منٹ
188	28 اکتوبر 78ء	مسٹر یوسف محمد اعوان	4 بجکر 40 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		
189	29 اکتوبر 78ء	مسٹر یوسف محمد اعوان	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
190	30 اکتوبر 78ء	[illegible]	12 بجکر 5 منٹ	2 بجے بعد دوپہر
		بیگم ... الاسلام		
19	10 نومبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	4 بجکر 40 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
		مسٹر عبدالحفیظ لاکھو		

92	31 اکتوبر 78ء	بیگم حسرت [illegible]	12 بجکر 15 منٹ	2 بجکر 35 منٹ
193	31 اکتوبر 78ء	مسٹر یوسف [illegible] مسٹر [illegible]	4 بجکر 40 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
194	یکم نومبر 78ء	مسٹر یحییٰ [illegible] مسٹر [illegible] علی [illegible]	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
195	2 نومبر 78ء	مسٹر یوسف [illegible] مسٹر عبد [illegible]	4 بجکر 30 منٹ 4 بجکر 40 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
196	4 نومبر 78ء	مس [illegible]	11 بجکر 25 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ
197	4 نومبر 78ء	مسٹر یوسف [illegible] مسٹر [illegible] علی [illegible]	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
98	5 نومبر 78ء	مسٹر [illegible] مسٹر [illegible]	11 بجکر 15 منٹ	12 بجکر 15 منٹ
99	5 نومبر 78ء	مسٹر [illegible] مسٹر [illegible] علی [illegible]	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
200	6 نومبر 78ء	مسٹر یوسف [illegible] مسٹر عبد [illegible]	4 بجکر 35 منٹ	5 بجکر 35 منٹ
20	7 نومبر 78ء	بیگم حسرت [illegible]	12 بجکر 5 منٹ	[illegible]

202	8 نومبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
203	11 نومبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 35 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ
204	12 نومبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو مس بے نظیر	11 بجکر 30 منٹ	3 بجکر 50 منٹ
205	13 نومبر 78ء	مسٹر کمال اسلام مسٹر علی السلام	10 بجکر 55 منٹ	ایک بجکر 10 منٹ
206	14 نومبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 25 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ
207	14 نومبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 10 منٹ
208	14 نومبر 78ء	ڈاکٹر ظہیر	4 بجکر 30 منٹ	7 بجے شام
209	15 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان مسٹر عبد الحفیظ لاکھو	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 15 منٹ
210	16 نومبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار مسٹر غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 15 منٹ
211	19 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان مسٹر عبد الحفیظ لاکھو	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ

212	20 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
213	21 نومبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بج کر 30 منٹ	2 بج کر 45 منٹ
214	21 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان مسٹر غلام علی میمن	4 بج کر 40 منٹ	5 بج کر 40 منٹ
215	22 نومبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو مسٹر یوسف محمد لاکھان	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 45 منٹ
216	23 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان مسٹر غلام علی میمن	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
217	24 نومبر 78ء	ڈاکٹر ظفر نیازی	11 بج کر 25 منٹ	2 بجکر 40 منٹ
218	25 نومبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بج کر 25 منٹ	3 بج کر 10 منٹ
219	25 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 20 منٹ
220	26 نومبر 78ء	مسٹر یوسف محمد لاکھان	4 بج کر 35 منٹ	5 بج کر 35 منٹ
221	27 نومبر 78ء	ڈاکٹر ظفر نیازی	11 بج کر 30 منٹ	12 بج کر 45 منٹ
222	27 نومبر 78ء	مسٹر یحیٰی بختیار مسٹر یوسف محمد لاکھان	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ

223	28 نومبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بج کر 25 منٹ	2 بجے دوپہر
224	28 نومبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
225	29 نومبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
226	30 نومبر 78ء	مسٹر علی بختیار	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
227	2 دسمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بج کر 15 منٹ	ایک بج کر 45 منٹ
228	2 دسمبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
229	3 دسمبر 78ء	مسٹر عبدالحفیظ لاکھو ڈاکٹر ظفر نیازی ڈینٹل سرجن	12 بجے دوپہر	2 بجے سہ پہر
230	3 دسمبر 78ء	مسٹر علی بختیار مسٹر غلام علی میمن	4 بج کر 40 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
231	4 دسمبر 78ء	مسٹر علی بختیار مسٹر غلام علی میمن	2 بج کر 30 منٹ	4 بج کر 30 منٹ
232	5 دسمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بج کر 3 منٹ	2 بجے سہ پہر
233	5 دسمبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن مسٹر عبدالحفیظ لاکھو	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر 30 منٹ
234	6 دسمبر 78ء	مسٹر دوست محمد اعوان	4 بج کر 30 منٹ	5 بج کر [illegible] منٹ

		مسٹر عبد الحفیظ لکھو		
235	7 دسمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
236	9 دسمبر 78ء	مس [illegible]	11 بجکر 30 منٹ	2 بجے دوپہر
237	9 دسمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	4 بجکر 35 منٹ	5 بجکر 35 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
238	10 دسمبر 78ء	[illegible]	ایک بجکر 45 منٹ	[illegible]
239	13 دسمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 45 منٹ
		مسٹر غلام علی میمن		
240	14 دسمبر 78ء	مسٹر غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 45 منٹ
		مسٹر عبد الحفیظ لکھو		
24	15 دسمبر 78ء	[illegible]	7 بجکر 25 منٹ	7 بجکر 30 منٹ
242	16 دسمبر 78ء	مس [illegible]	11 بجکر 35 منٹ	2 بجکر 20 منٹ
243	16 دسمبر 78ء	ڈاکٹر [illegible]	4 بجکر 10 منٹ	4 بجکر 45 منٹ
		ڈاکٹر [illegible]		
244	18 دسمبر 78ء	مسٹر یحییٰ بختیار	4 بجکر 55 منٹ	6 بجے شام
		مسٹر غلام علی میمن		

245	17دسمبر 78ء	[illegible]	9بجکر 55منٹ	11بجکر 55منٹ
246	//	یحییٰ بختیار	4بجکر 30منٹ	5بجکر 30منٹ
		غلام علی میمن		
247	18دسمبر 78ء	دوست محمد اعظمی	4بجکر 30منٹ	5بجکر 55منٹ
		عبدالحفیظ لاکھو		
248	19دسمبر 78ء	یحییٰ بختیار	4بجکر 40منٹ	5بجکر 45منٹ
		غلام علی میمن		
249	20دسمبر 78ء	یحییٰ بختیار	4بجکر 40منٹ	5بجکر 40منٹ
		غلام علی میمن		
250	21دسمبر 78ء	دوست محمد اعظمی	4بجکر 40منٹ	5بجکر 40منٹ
		عبدالحفیظ لاکھو		
251	22دسمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11بجکر 10منٹ	ایک بجکر 55منٹ دوپہر
252	//	[illegible] بھٹو	2بجکر 15منٹ	3بجکر 50منٹ
		مس [illegible] بھٹو	سہ پہر	
		مس صنم بھٹو		
353	23دسمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11بجکر 40منٹ	ایک بجکر 35منٹ دوپہر

254	23 دسمبر 78ء	بیگم بھٹو غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 35 منٹ	
255	25 دسمبر 78ء	ڈاکٹر ظفر [illegible]	10 بجکر 30 منٹ	1 بجکر 35 منٹ	بھٹو صاحب کے دانتوں کے علاج کیلئے
256	27 دسمبر 78ء	ڈاکٹر اصغر علی شاہ (جیل ڈاکٹر)	3 بجکر 5 منٹ	4 بجکر 5 منٹ بعد دوپہر	جیل ڈاکٹر بھٹو صاحب کے پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے انکے پاس گیا
257	28 دسمبر 78ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 25 منٹ	ایک بجکر 30 منٹ بعد دوپہر	
258	30 دسمبر 78ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 15 منٹ	ایک بجکر 30 منٹ بعد دوپہر	
259	30 دسمبر 78ء	محترمہ شیریں امیر بیگم	3 بجے بعد دوپہر	4 بجے بعد دوپہر	
260	یکم جنوری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 25 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ	
261	6 جنوری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	10 بجکر 35 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ	
262	[illegible] جنوری 79ء	[illegible]	12 بجکر 55 منٹ	ایک بجے بعد دوپہر	
263	9 جنوری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 45 منٹ	ایک بجکر 43 منٹ	
264	12 جنوری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	12 بجے دوپہر	2 بجے بعد دوپہر	
265	15 جنوری 79ء	مسٹر ممتاز علی بھٹو	9 بجکر 05 منٹ	11 بجے صبح	

266	5 جنوری 79ء	ڈاکٹر رستم جی ڈیوٹی سنٹرل ہسپتال راولپنڈی	11 بجکر 25 منٹ	12 بجکر 35 منٹ	
267	20 جنوری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 30 منٹ	بھٹو صاحب کا ای سی جی لیا گیا
268	20 جنوری 79ء	یحییٰ بختیار	1 بجے بعد دوپہر	5 بجکر 15 منٹ	
269	21 جنوری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	12 بجکر 5 منٹ	2 بجکر 15 منٹ	
270	24 جنوری 79ء	اے کے اے حلیم، ڈاکٹر [illegible]	1 بجے بعد دوپہر	3 بجکر 45 منٹ	
271	27 جنوری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 10 منٹ	2 بجے بعد دوپہر	
272	30 جنوری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 25 منٹ	2 بجکر 10 منٹ	
273	یکم فروری 79ء	ڈاکٹر ساجد محمود اعوان	11 بجکر 45 منٹ	12 بجکر 10 منٹ	
274	3 فروری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ	
275	4 فروری 79ء	ڈاکٹر ظفر نیازی اور ڈاکٹر [illegible]	ایک بجکر 50 منٹ	4 بجے بعد دوپہر	بھٹو صاحب کے دانتوں کے علاج کیلئے آئے
276	5 فروری 79ء	صنم بھٹو	11 بجے	ایک بجے بعد دوپہر	
277	6 فروری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	12 بجکر 20 منٹ	12 بجکر 50 منٹ	بیگم نصرت بھٹو اسلام آباد میں پولیس کی نگرانی سے بغیر اجازت نکل آئیں اور جیل پہنچ گئیں۔

278	6 فروری 79ء	نگہت جمیلہ غلام علی یٰسین	4 بجکر 50 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
279	7 فروری 79ء	دوست محمد اعوان عبداللطیف کھو	11 بجکر 55 منٹ	ایک بجکر 25 منٹ
280	8 فروری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 20 منٹ	ایک بجکر 30 منٹ
281	8 فروری 79ء	نگہت جمیلہ غلام علی یٰسین	4 بجکر 10 منٹ	5 بجکر 20 منٹ
282	9 فروری 79ء	نگہت جمیلہ	12 بجے دوپہر	ایک بجکر 5 منٹ
283	10 فروری 79ء	نگہت جمیلہ غلام علی یٰسین	12 بجے دوپہر	ایک بجکر 10 منٹ
284	11 فروری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 45 منٹ	2 بجکر 20 منٹ
285	11 فروری 79ء	نگہت جمیلہ غلام علی یٰسین	4 بجے شام	5 بجے شام
286	12 فروری 79ء	مظہر صدیقی بیگم صدیقی	12 بجکر 30 منٹ	2 بجکر 10 منٹ
287	13 فروری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 55 منٹ	2 بجکر 10 منٹ

288	13 فروری 79ء	یحییٰ بختیار غلام علی میمن	4 بجکر 10 منٹ	5 بجکر 5 منٹ
289	14 فروری 79ء	نسیم الاسلام منیر الاسلام	10 بجکر 35 منٹ	12 بجکر 40 منٹ
290	14 فروری 79ء	حفیظ پیرزادہ محمود علی	4 بجکر 15 منٹ	4 بجکر 40 منٹ
291	15 فروری 79ء	غلام علی میمن عبدالحفیظ لاکھو	12 بجے دوپہر	ایک بجے دوپہر
292	17 فروری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 40 منٹ	2 بجکر منٹ
293	17 فروری 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجکر 35 منٹ	5 بجکر 35 منٹ
294	18 فروری 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ یحییٰ بختیار	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 45 منٹ
295	19 فروری 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
296	20 فروری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 50 منٹ
297	20 فروری 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجکر 5 منٹ	5 بجکر 5 منٹ
298	21 فروری 79ء	نسیم الاسلام	10 بجے صبح	12 بجے دوپہر

299	21 فروری 79ء	یحییٰ بختیار غلام علی میمن	4 بجکر 10 منٹ	5 بجے شام
300	22 فروری 79ء	محمود اعوان بھٹو	10 بجکر 40 منٹ	12 بجکر 40 منٹ
301	22 فروری 79ء	یحییٰ بختیار غلام علی میمن	4 بجکر 20 منٹ	5 بجکر 20 منٹ
302	24 فروری 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ
303	24 فروری 79ء	عبدالحفیظ لاکھو	4 بجکر 10 منٹ	5 بجکر 40 منٹ
304	25 فروری 79ء	عبدالحفیظ لاکھو یحییٰ بختیار	[illegible]	5 بجکر 30 منٹ
305	26 فروری 79ء	ممتاز علی بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 30 منٹ
306	26 فروری 79ء	ڈی ایم اعوان غلام علی میمن	4 بجکر 10 منٹ	5 بجکر 15 منٹ
307	27 فروری 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ
308	27 فروری 79ء	یحییٰ بختیار غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 30 منٹ
309	28 فروری 79ء	مشتاق علی بھٹو	11 بجکر 5 منٹ	ایک بجکر 20 منٹ

SITE PLAN OF DISTRICT JAIL
RAWALPINDI

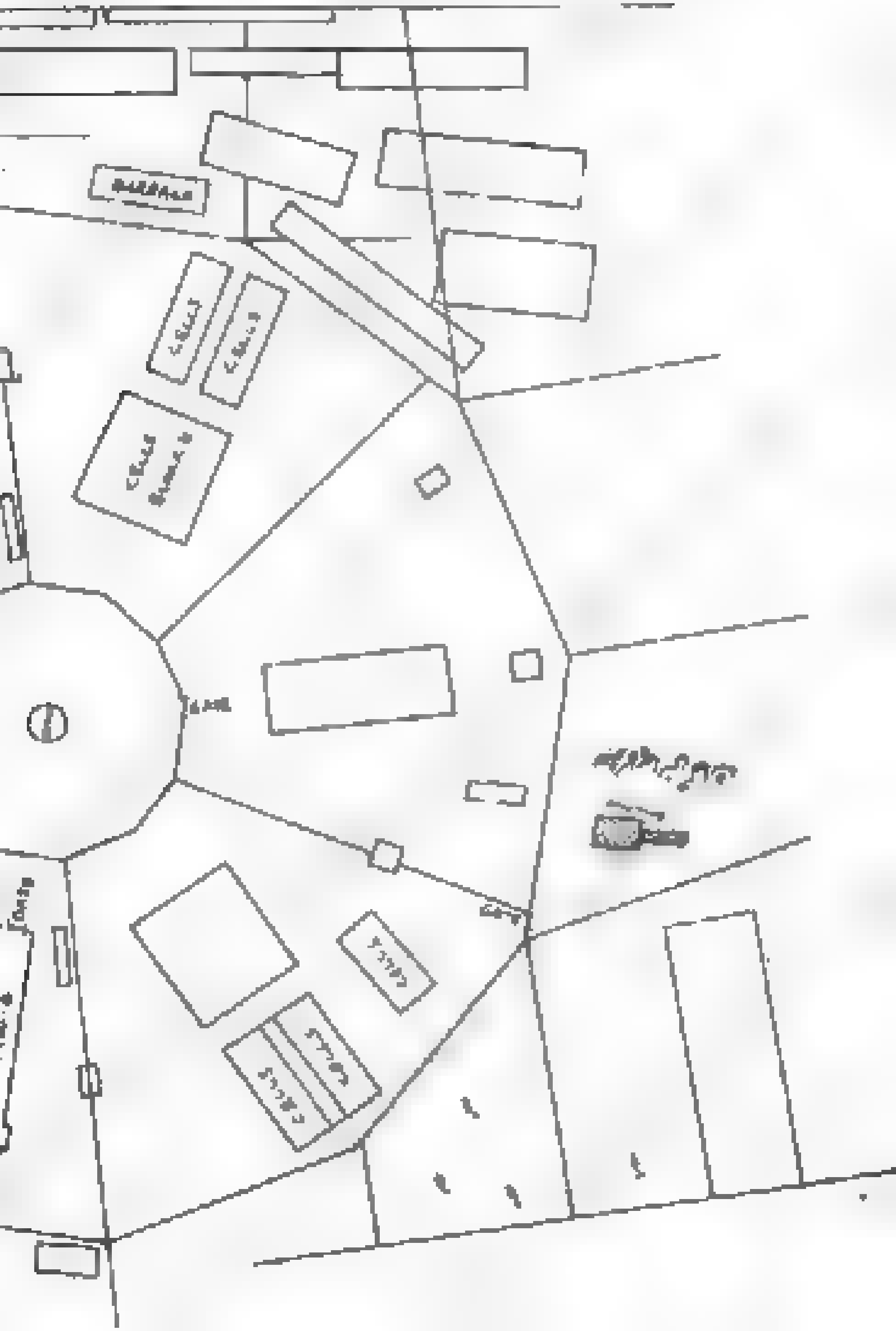

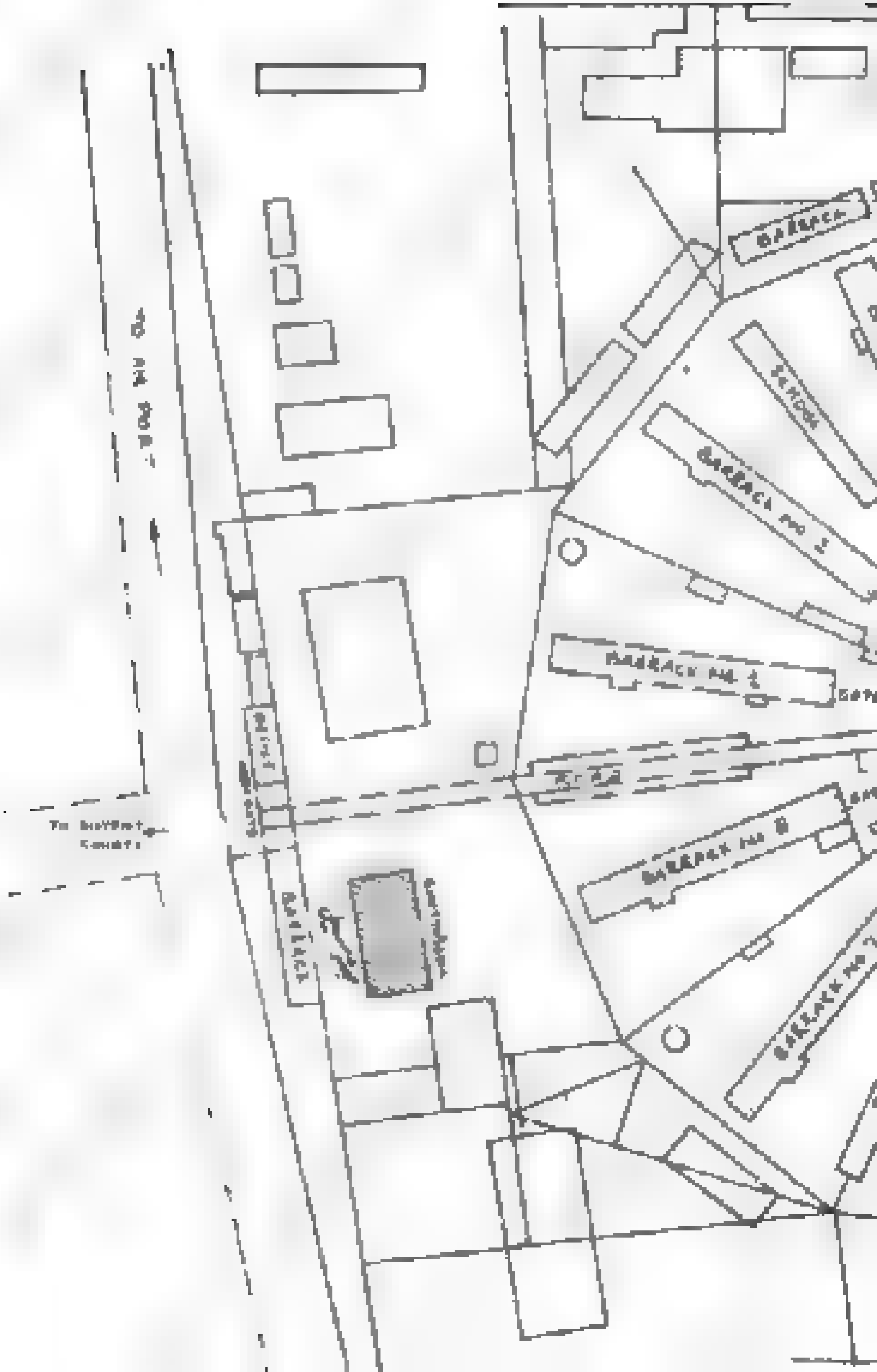
BARRACK

310	18 فروری 1979ء	یحییٰ بختیار غلام علی میمن	4 بجکر 20 منٹ	5 بجکر 20 منٹ	
311	یکم مارچ 1979ء	شیخ اقبال سومرو محمد منیر الاسلام	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ	
312	یکم مارچ 1979ء	دوست محمد اعوان عبدالحفیظ لاکھو	ڈیڑھ بجے شام	5 بجکر 15 منٹ	
313	3 مارچ 1979ء	...	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 50 منٹ	
314	3 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ یحییٰ بختیار	4 بجکر 10 منٹ 4 بجکر 35 منٹ	5 بجکر 50 منٹ	
315	4 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ غلام علی میمن	4 بجکر 20 منٹ	5 بجکر 30 منٹ	
316	5 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	9 بجکر 30 منٹ	10 بجکر 45 منٹ	
317	5 مارچ 1979ء	یحییٰ بختیار غلام علی میمن	4 بجکر 30 منٹ	5 بجکر 45 منٹ	غلام علی میمن کی آخری ملاقات
318	6 مارچ 1979ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 35 منٹ	2 بجکر 20 منٹ	
319	6 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ یحییٰ بختیار	4 بجکر 40 منٹ	6 بجکر 10 منٹ شام	

320	7 مارچ 79ء	تبسم النساء		
		بیگم منور الاسلام	11 بجکر 15 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ
321	7 مارچ 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجکر 35 منٹ	6 بجکر 5 منٹ
		یحییٰ بختیار	5 بجکر 10 منٹ	
322	8 مارچ 79ء	محترمہ شیریں امیر بیگم بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	12 بجکر 35 منٹ
323	8 مارچ 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجکر 20 منٹ	5 بجکر 20 منٹ
		دوست محمد اعوان		
324	10 مارچ 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 40 منٹ
325	12 مارچ 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجے شام	5 بجے شام
326	13 مارچ 79ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ
327	13 مارچ 79ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجے شام	5 بجے شام
328	14 مارچ 79ء	تبسم النساء	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ
		بیگم منور الاسلام		
329	14 مارچ 79ء	یحییٰ بختیار	4 بجکر 5 منٹ	5 بجے شام
330	15 مارچ 79ء	یحییٰ بختیار	4 بجکر 10 منٹ	5 بجے شام
331	17 مارچ 79ء	مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 25 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ

332	17 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ بیگم بھٹو	4 بجکر 10 منٹ	5 بجے شام	
333	18 مارچ 1979ء	صنم بھٹو	11 بجکر 45 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ	
334	18 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ	4 بجکر 50 منٹ	6 بجے شام	
335	19 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ پیرزادہ بیگم بھٹو	4 بجکر 5 منٹ	5 بجکر 15 منٹ	
336	20 مارچ 1979ء	بیگم نصرت بھٹو	11 بجکر 30 منٹ	ایک بجکر 45 منٹ	
337	20 مارچ 1979ء	بیگم بھٹو عبدالحفیظ لاکھو	4 بجے شام	5 بجے شام	
338	21 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ لاکھو	4 بجے شام	5 بجے شام	
339	22 مارچ 1979ء	ممتاز علی بھٹو	11 بجکر 35 منٹ	ایک بجکر 35 منٹ	
340	22 مارچ 1979ء	عبدالحفیظ لاکھو	4 بجے شام	5 بجے شام	
341	24 مارچ 1979ء	بیگم بھٹو	12 بجے دوپہر	12 بجکر 5 منٹ	بیگم بھٹو کی بھٹو صاحب کے ساتھ آخری ملاقات
342	26 مارچ 1979ء	بیگم نصرت بھٹو مس بے نظیر بھٹو	11 بجکر 25 منٹ	12 بجکر 25 منٹ	

SKETCH OF THE SECURITY WARD

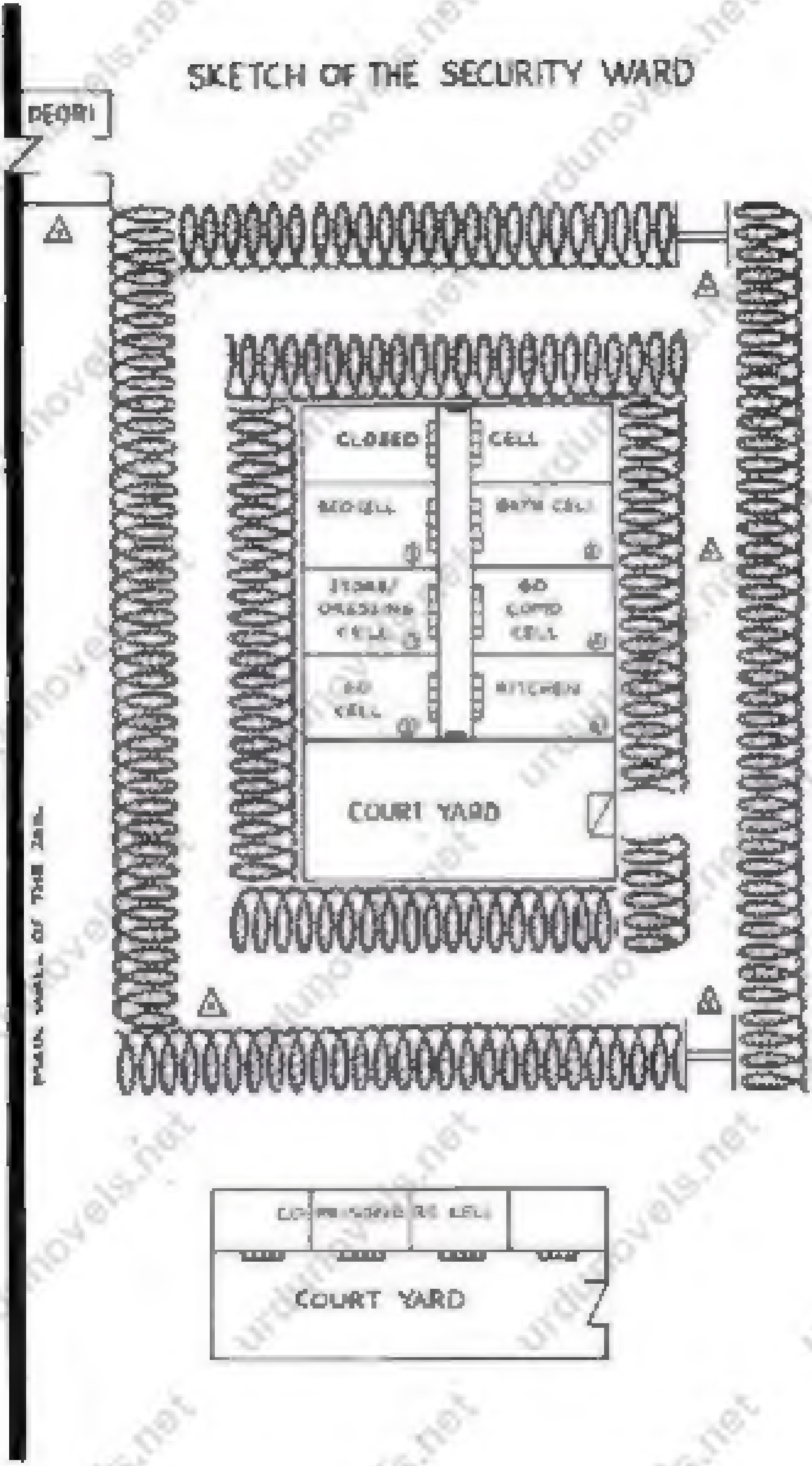

urdunovels.net